جنوری - مارچ ۲۰۱۷ء
سہ ماہی

اسماعیل

واقفین نو کا تعلیمی وتربیتی رسالہ
شمارہ نمبر 5

فَيَتَزَوَّجُ وَ يُوْلَدُ لَهٗ

ترجمہ: وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مندرجات

جنوری-مارچ 2017ء

رابطہ کے لئے

editorurdu@ismaelmagazine.org

Waqf-e-Nau Central Department

22 Deer Park Road

London SW19 3TL

UK

Tel: +44 (0)20 8544 7633

Fax: +44 (0)20 8544 7643

مدیر اعلیٰ / مینیجر

لقمان احمد کشور

مدیر (اردو)

فرخ راحیل

مجلس ادارت

صہیب احمد، عطاء الحیٔ ناصر

راشد مبشر طلحہ

معاون مینیجر

اطہر احمد باجوہ

سرورق ڈیزائن

عثمان ملک

سوشل میڈیا اینڈ ڈیزائن

مشرف احمد

مدیر (انگریزی)

قاصد معین احمد

editorenglish@ismaelmagazine.org

پرنٹنگ

رقیم پریس فارنہم یوکے

آن لائن (Online)

www.alislam.org/ismael

Twitter

@ismaelmagazine

قال اللہ تعالیٰ

﴿...وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ...﴾

(سورة الرعد:18)

ترجمہ:

اور جو انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔

تفسیر:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یہ سچّی بات ہے کہ اگر انسان توبۃ النصوح کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور لوگوں کو نفع پہنچاوے تو عمر بڑھتی ہے۔ اعلاء کلمۃ الاسلام کرتا رہے اور اس بات کی آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پھیلے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان مولوی ہو یا بہت بڑے علم کی ضرورت ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔ یہ ایک اصل ہے جو انسان کو نافع الناس بناتی ہے اور نافع الناس ہونا درازی عمر کا اصل گُر ہے[1]۔ فرمایا: تیس سال کے قریب گزرے کہ مَیں ایک بار سخت بیمار ہوا[2]۔ اور اس وقت مجھے الہام ہوا اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ۔ اس وقت مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ سے خلقِ خدا کو کیا کیا فوائد پہنچنے والے ہیں لیکن اب ظاہر ہوا کہ ان فوائد اور منافع سے کیا مراد تھی۔

غرض جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 395۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

....

1۔ [اخبار البدر میں لکھا ہے: ''زندگی کے لمبا کرنے کا ایک ہی گُر ہے اور وہ یہ ہے جیسے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ۔ جو شئے انسان کو زیادہ فائدہ رساں ہوتی ہے وہ زمین میں بہت دیر قائم رہتی ہے۔'']

(البدر جلد 2 نمبر 30 صفحہ 234 مورخہ 14/ اگست 1903ء)

2۔ [اخبار البدر میں لکھا ہے: قریب 30 سال کا عرصہ گزرا ہے کہ ایک دفعہ مجھے سخت بخار چڑھا یہاں تک کہ مَیں نے سمجھا کہ اب آخری دم ہے اور جب میرا خیال قریب قریب یقین کے ہو گیا تو تفہیم ہوئی اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ۔]

(البدر جلد 2 نمبر 30 صفحہ 234 مورخہ 14/ اگست 1903ء)

☆......☆......☆

قال الرّسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ مُصِيْبَةٌ فَلْيَقُلْ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَأَبْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا فَلَمَّا احْتُضِرَ أَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اللّٰهُمَّ اخْلُفْ فِيْ أَهْلِي خَيْرًا مِنِّيْ فَلَمَّا قُبِضَ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ عِنْدَ اللّٰهِ احْتَسَبْتُ مُصِيْبَتِيْ فَأْجُرْنِيْ فِيْهَا۔(سنن الترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی پر مصیبت آئے تو وہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھے اور دعا مانگے کہ میرے اللہ! میں تیرے حضور اپنی مصیبت کو پیش کرتا ہوں مجھے اس کا بہتر اجر دے اور اس کے بدلہ میں خیر اور برکت مجھے عطا کر۔ پس جب ابوسلمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے دعا کی۔ اے میرے اللہ! میرے اہل کو میرے بدلہ میں اچھا قائمقام عطا کرنا۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت اُمّ سلمہ نے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور دعا کی کہ مَیں اپنی مصیبت تیرے حضور پیش کرتی ہوں تُو مجھے اس کا بہتر اجر دے۔

یہ دعا اس رنگ میں بھی اعلیٰ شان سے پوری ہوئی کہ بعد میں حضرت اُمِّ سلمہ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی اور اس طرح بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا۔

کلام الامام-امام الکلام

کامیابی کی موت بھی درازئ عمر ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ کسی دل کو ایسا پاتا ہے کہ اس نے مخلوق کی نفع رسانی کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے توفیق دیتا اور اس کی عمر دراز کرتا ہے۔ جس قدر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کی مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے اُسی قدر اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا اور اس کی زندگی کی قدر کرتا ہے لیکن جس قدر وہ خدا تعالیٰ سے لاپروا اور لااُبالی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔

انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف نہ کرے اور اس کی مخلوق کے لئے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بیکار اور نکمّی ہستی ہو جاتی ہے۔ بھیڑ بکری بھی پھر اس سے اچھی ہے جو انسان کے کام تو آتی ہے لیکن یہ جب اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسان کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے...... اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جو نیک اور برگزیدہ ہوتے ہیں چھوٹی عمر میں بھی اس جہاں سے رخصت ہوتے ہیں اور اس صورت میں گویا یہ قاعدہ اور اصل ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ ایک غلطی اور دھوکا ہے۔ در اصل ایسا نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا مگر ایک اور صورت پر درازئ عمر کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ **زندگی کا اصل منشاء اور درازئ عمر کی غائت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے۔ پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مَرا ہے اور درازئ عمر کے مقصد کو اس نے پالیا ہے۔** اُس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے۔

صحابہ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیس بائیس برس کی عمر پائی مگر چونکہ ان کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی بلکہ کامیاب ہو کر اُٹھے تھے اس لئے انہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 395-396، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

....

اللہ تعالیٰ کی ذات ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی یعنی اللہ تعالیٰ شروع سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اُس کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔ ہم سب نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ ہم میں سے وہ لوگ کس قدر خوش نصیب ہیں جو کامیاب ہو کر دنیا کو الوداع کہتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایسے ہی ایک انتہائی خوش نصیب **پیارے واقفِ نَو عزیزم رضا سلیم متعلم جامعہ احمدیہ یوکے** کا اپنے خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2016ء میں ذکر خیر کر کے اُسے ہمیشہ کے لئے تاریخ میں زندہ کر دیا۔ اس شمارہ میں ہم نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس خطبہ جمعہ کا مکمل متن شامل کیا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''عزیزم کے دوست صرف اس کی خوبیاں بیان کرنے والے نہ ہوں بلکہ دوستی کا حق تو یہ ہے کہ اسے اب اس طرح ادا کریں کہ اس کی خوبیاں اپنا کر اپنی تمام تر صلاحیتیں دین کی خدمت کے لئے استعمال کریں اور مجھے بھی اور آئندہ آنے والے خلفاء کو بھی ہمیشہ بہترین مددگار اور سلطان نصیر ملتے رہیں۔''

اللہ کرے کہ ہم واقفِ نَو ہونے کی حیثیت سے اپنے واقفِ نَو بھائی عزیزم رضا سلیم کی خوبیوں کو اپنانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خلفاء کے بہترین مددگار اور سلطان نصیر بنیں۔ آمین۔

☆......☆......☆

نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمیں متعدد مرتبہ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ **ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کریں** اور ہر آن اِس کوشش میں لگے رہیں کہ تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرنی ہیں۔ واقفینِ نَو ہونے کی حیثیت سے ہمیں سپیشل کہلانے کے لئے دوسروں کے لئے ایک نمونہ بنتے ہوئے اور خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانے میں سب سے پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔ نمازوں کی کیا اہمیت ہے اور کیوں ان کی ادائیگی کی طرف اتنا زور دیا جاتا ہے اس بارہ میں **حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:**

''ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں پر نماز فرض ہے۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ نماز کی اہمیت مختلف حوالوں سے بیان کر کے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ نماز عبادت کا مغز ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو کُفر اور شرک کے قریب کر دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے نماز کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر تو یہ حساب ٹھیک رہا تو کامیاب ہو گیا اور نجات پا لی ورنہ گھاٹا پایا، نقصان اٹھایا۔ پھر بچوں کو بھی نماز کا پابند بنانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ سات سال کی عمر کو پہنچنے پر بچے کو نماز کی تلقین کرو اور دس سال کی عمر میں اس کو نماز کا پابند کرنے کے لئے کوئی سختی بھی کرنی پڑے تو کرو۔......'' ......(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2017ء) اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

عزیزم پیارے رضا سلیم مرحوم (واقف نو متعلم جامعہ احمدیہ یوکے) کی المناک حادثاتی وفات پر

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ

فرمودہ مورخہ 16 ستمبر 2016ء بمطابق 6 تبوک 1395 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

ہر انسان جو دنیا میں آتا ہے ایک دن اس نے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے بلکہ کسی چیز کو بھی ہمیشگی نہیں ہے۔ بعض انتہائی بچپن میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ بعض جوانی میں، بعض بڑی عمر میں ہو کر اور بعض لوگ اپنی عمر کے انتہائی حصہ کو پہنچتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اَرْذَلِ الْعُمُر کہا ہے، جس عمر میں پہنچ کر پھر دوبارہ ان کی بچپنے کی، محتاجی کی اور بے علمی کی حالت ہو جاتی ہے۔ آخر وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

ہر ایک کے قریبی رشتہ دار کو اپنے قریبیوں کے دنیا سے رخصت ہونے کا صدمہ ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی عمر میں رخصت ہوا ہو۔ لیکن بعض وجود ایسے ہوتے ہیں جن کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر، وفات پانے پر، افسوس کرنے والوں کا دائرہ بڑا وسیع ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی پسندیدہ شخصیت نوجوانی میں اور اچانک اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو دکھ اور افسوس بہت بڑھ جاتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر تکلیف اور مشکل اور افسوس اور صدمہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی دعا سکھائی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف لَوٹنے والے ہیں۔ اور جب اس دنیا سے رخصت ہونے والے کے قریبی انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ دعا پڑھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ جہاں مرحوم کے درجات بلند کرتا ہے وہاں پیچھے رہنے والوں کے تسکین کے سامان بھی پیدا فرماتا ہے۔

پچھلے دنوں ہمارے ایک بہت ہی پیارے عزیز، جامعہ احمدیہ کے طالبعلم رضا سلیم کی ایک حادثے کے نتیجہ میں تئیس (23) سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ایک عزیز نے مجھے بتایا کہ ان کے دوست اپنی اہلیہ کے ساتھ اطلاع ملنے کے دو گھنٹے کے اندر ہی مرحوم کے والدین کے پاس افسوس کے لئے گئے تو کہتے ہیں کہ میری بیوی کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب عزیز مرحوم کی والدہ نے کہا کہ وہ میرا بہت ہی پیارا بیٹا تھا لیکن اس کو بلانے والا اس سے بھی پیارا ہے۔ یہ مومنانہ شان کا وہ جواب ہے جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والوں میں نظر آتا ہے۔ کوئی چیخنا چلاّنا نہیں، ہاں افسوس ہوتا ہے۔ اس میں انسان روتا بھی ہے۔ صدمہ کی انتہائی حالت بھی ہوتی ہے۔ اور ماں سے زیادہ کس کو جوان بچے کی وفات کا احساس ہوسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کس کو تکلیف ہوسکتی ہے۔ یا باپ سے زیادہ کس کو اپنے جوان بچے کے رخصت ہونے کا احساس ہوسکتا ہے۔ باپ کے متعلق مجھے یہی بتایا گیا کہ حادثہ کی اطلاع ملتے ہی انتہائی صدمہ کی حالت میں تھے۔ روئے بھی اور دعا بھی کر رہے ہوں گے لیکن جب صورتحال واضح ہوگئی، اور تھوڑی دیر بعد ہی جب یہ اطلاع ملی کہ وفات ہوگئی ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر پُرسکون ہوگئے۔ پس یہی حقیقی مومنانہ شان ہے۔ جوان بچے کی اچانک موت کو اتنی جلدی بھلایا تو نہیں جاسکتا لیکن ایک مومن اپنے درد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر بیان کرتا ہے۔ روتا بھی ہے اور تسکین قلب اور مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دعا بھی کرتا ہے۔

مَیں جرمنی کے سفر پر تھا۔ واپسی کا سفر اس دن شروع ہوا تھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے اطلاع ملی کہ حادثہ ہوگیا ہے اور پھر راستے میں وفات کی اطلاع بھی ملی۔

عزیز بچے کا چہرہ بار بار میرے سامنے آتا رہا۔ دعا کی توفیق بھی ملتی رہی۔ بڑا ہی پیارا بچہ تھا۔ جامعہ یوکے (UK) کے بچے باقاعدگی سے

کیونکہ مجھے ملتے رہتے ہیں اس لئے ہر ایک سے ایک ذاتی تعلق بھی ہے اور ان سے واقفیت بھی ہے۔

ملاقات کے دوران اگر میرے پاس کچھ وقت ہوتو سوال و جواب بھی کر لیتے ہیں۔ اس بچے کی آخری ملاقات جب میرے ساتھ ہوئی تو کچھ سوال اس کے ذہن میں تھے۔ اس کے جواب میں کچھ وقت لگا۔ کافی تفصیل سے میں نے اس کو بتایا۔ مجھے تو یہ اس کے والد کے کہنے پر یاد آیا کہ اس ملاقات کے بعد عزیزم رضا بڑا خوش تھا کہ آج کم و بیش پندرہ سولہ منٹ کی ملاقات میں میرے سوال کا تفصیلی جواب مجھے ملا۔

ہمیشہ اس کی آنکھوں میں خلافت کے لئے ایک خاص پیار اور چمک ہوتی تھی۔

جب عزیز جامعہ میں داخل ہوا ہے تو میرا خیال تھا کہ شاید اس کو کھیل کود میں زیادہ دلچسپی ہو اور اخلاص و وفا بھی جیسا ہر احمدی کا ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا اور اتنی بچپن کی عمر میں تو جو بچوں کا ہوتا ہے وہی ہوگا۔ لیکن اس بچے نے میرے اندازے کو بالکل غلط ثابت کر دیا۔ پڑھائی میں بھی ہوشیار نکلا۔ بیشک کھیلوں میں دلچسپی تھی۔ اور اخلاص و وفا میں بھی بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک جذبہ تھا کہ خلافت اور دین کی حفاظت کے لئے مَیں ننگی تلوار بن جاؤں اور جیسا کہ بعض حالات اس کے دوستوں نے لکھے ہیں اس نے یہ کر کے بھی دکھایا۔

بیشمار لکھنے والے اس کے دوستوں نے، اس کے کلاس فیلوز نے، جامعہ کے طلباء نے، بہن بھائی اور والدین نے مجھ سے اس کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ ایک بات تو تقریباً ہر ایک نے لکھی کہ:

عاجزی، خوش خلقی، دین کی غیرت، خلافت سے تعلق اور محبت، مہمان نوازی، جذبات کا احترام یہ اس کے خاص وصف تھے۔ ایسے لوگ جن کی ہر ایک تعریف کرتا ہے، **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان لوگوں میں شامل ہوتے ہیں جن پر جنّت واجب ہوجاتی ہے۔** اور یہ بچہ تو دین کی خدمت کا ایک خاص جذبہ رکھتا تھا اور

شاید کھیلوں اور ہائیکنگ وغیرہ میں بھی اس لئے حصہ لیتا تھا کہ صحتمند جسم دین کی خدمت کے لئے ضروری ہے۔ اس کے کوائف لکھنے والوں نے اس پیارے بچے کے بارے میں جو اظہار کئے ہیں وہ ہر ایک اظہار ایسا ہے جو اس کی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔

عزیزم رضا سلیم جو ہمارے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے کارکن سلیم ظفر صاحب کے بیٹے تھے 10 ستمبر 2016ء کو اٹلی میں ہائیکنگ کے دوران ایک حادثہ میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ 27 ستمبر 1993ء کو گلفورڈ، یوکے (UK) میں پیدا ہوئے تھے۔ **وقفِ نَو کی تحریک میں شامل تھے۔** ان کے خاندان میں احمدیت ان کے پڑدادا محترم الہ دین صاحب کے ذریعہ آئی جن کا تعلق قادیان کے قریب ایک گاؤں سے تھا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ **عزیز نے 2012ء میں جامعہ احمدیہ یوکے میں داخلہ لیا۔ وہ اپنے خاندان میں پہلے مربی بن رہے تھے اور درجہ ثالثہ پاس کر چکے تھے اور رابعہ میں جانے والے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔** وصیت کا فارم انہوں نے فِل کر دیا ہوا تھا اور کارروائی ہو رہی تھی جس پر مَیں نے کارپرداز کو لکھا کہ وصیت ان کی منظور ہے۔ والدین کے علاوہ ان کے دو بہنیں اور دو بھائی بھی ہیں۔

حافظ اعجاز احمد صاحب جو جامعہ احمدیہ یوکے (UK) کے استاد ہیں اور ہائیکنگ کے انچارج بھی ہیں وہ ساتھ گئے ہوئے تھے۔ وہ اس واقعہ کی کچھ تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم نے ایک روز قبل پہاڑ کی چوٹی مکمل کی اور رات تقریباً پانچ سو میٹر نیچے ایک hut میں گزاری۔ اوپر سے نیچے آ گئے تھے۔ جو مشکل رستہ تھا وہ طے کر چکے تھے۔ جہاں ہمارے ساتھ تقریباً دس کے قریب دیگر ہائیکرز بھی تھے۔ صبح تقریباً 8 بجے ہم hut سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت موسم بھی بالکل صاف تھا۔ ہم سب قطار میں اکٹھے جا رہے تھے کہ یکدم عزیزم رضا سلیم کا پاؤں پھسلا یا کسی پتھر سے ٹکرایا جس کی

وجہ سے وہ سنبھل نہ سکے اور تیز رفتاری سے ڈھلوان ہونے کی وجہ سے آگے کی طرف بھاگے مگر قابو نہ رکھ سکے اور سر کے بل نیچے گرے انہوں نے سر پر ہیلمٹ پہن رکھا تھا مگر اس کے باوجود نیچے گرنے کی وجہ سے سر پہ چوٹ آئی۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ گرنے کے دوران میں یا پہلے ہی بیہوشی کی کیفیت تھی یا چوٹ لگنے سے پہلے ہی سانس رُک گیا تھا کیونکہ سیدھے گرے تھے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ اتنے میں خاکسار نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر ایک اور طالبعلم عزیزم ہمایوں جو آگے جارہے تھے ان کو آواز دی انہوں نے بھی پکڑنے کی کوشش کی۔ عزیزم ہمایوں کا ہاتھ ان کو لگا بھی مگر وہ پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ عزیزم رضا سلیم گہرائی کی طرف گر گئے۔ حادثہ دیکھ کر بعض دوسرے طالبعلموں نے بھی ان کو بچانے کے لئے نیچے جانے کی کوشش کی۔ مگر کہتے ہیں مَیں نے ان کو منع کردیا کیونکہ اس وقت شاک (shock) کی وجہ سے کسی میں بھی چلنے کی ہمت نہیں تھی۔ دوسرے اس سے بڑے نقصان کا خطرہ تھا۔ بعد ازاں اس وقت راستہ پر چلنے والے دوسرے افراد کی مدد سے باقی تمام طلباء کو اوپر لے کے آیا۔ جو باقی طلباء ساتھ تھے یہ لوگ بھی کافی نیچے اتر گئے تھے۔ حادثہ کے فوراً بعد ایمرجنسی سروس کو فون پر اطلاع دی گئی اور بیس منٹ کے اندر ہیلی کاپٹر آ گیا۔ عزیزم رضا سلیم ہماری نظر کے سامنے تھا۔ ہم نے ہیلی کاپٹر کو جگہ کا بتایا جہاں انہوں نے ہیلی کاپٹر کی مدد سے اپنا آدمی اتار دیا۔ جب تک سارا گروپ ہیلی پیڈ تک نہیں پہنچ گیا اس وقت تک انہوں نے عزیزم رضا سلیم کی وفات کے متعلق کوئی اطلاع نہ دی۔ جب تمام طلباء ہیلی پیڈ کے پاس بخیریت پہنچ گئے تو ایمرجنسی سروس والوں نے عزیزم رضا سلیم کی وفات کنفرم کی۔ اس کے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر قریبی شہر میں تمام طلباء کو ہیلی کاپٹر کے ذریعہ پہنچا دیا گیا۔ اس حادثے کے وقت موسم بالکل صاف تھا اور جس ٹریک پر ہم چل رہے تھے اس کا نام ہی نارمل ٹریک ٹُو پیک ہے۔ رضا سلیم کے والد سلیم صاحب بھی وہاں گئے تھے۔ انہوں نے بھی مجھے بتایا کہ وہاں کے لوگ ملے اور لوگ تو کہتے تھے کہ بالکل نارمل ٹریک تھا۔ کوئی مشکل نہیں تھا۔ ہمارے بچے بھی یہاں سے گزرتے تھے۔ اور ایک بوڑھا آیا اس نے بھی بتایا کہ مَیں روزانہ یہاں سیر کرتا تھا۔ کہتے ہیں عمومی طور پر بچے بڑے سب اس ٹریک پر چلتے ہیں۔ وہاں پر موجود لوکل لوگوں میں سے جس کو بھی اس حادثے کی خبر ملی انہوں نے کہا کہ بظاہر اس ٹریک میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی معلوم ہوتی ہے۔

بہرحال یہ ساری تفصیل تو اس لئے بھی مَیں نے بتائی ہے کہ بعض لوگ فونوں پر، پیغامات اور واٹس ایپ یا دوسرے ذریعوں سے بعض غلط قسم کے تبصرے بھی کررہے ہیں کہ شاید اکیلا باہر چلا گیا تھا۔ موسم خراب تھا۔ پورے انتظامات نہیں تھے۔ لباس نہیں پہنا ہوا تھا۔ حالانکہ وہاں کے لوکل اخبار نے جو خبر لکھی ہے اس نے بھی بتایا کہ پورے طور پر جو ضروری سامان ہوتا ہے، لباس ہوتا ہے وہ ان لوگوں نے پہنا ہوا تھا۔ ایسے تبصرے کرنے والے لوگوں کو بھی عقل سے کام لینا چاہئے۔ ایسے موقعوں پر فضول تبصروں کے بجائے ہمدردی کے جذبات کا اظہار ہونا چاہئے۔ اس میں نہ انتظامیہ کا قصور ہے۔ اور نہ ہی کسی کا قصور ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے وقت رکھا ہوتا ہے۔ آئی تھی، پتھر پھسلا ہے یا کیا ہوا، کس طرح گرا، چکر آیا یا جو بھی وجہ ہوئی لیکن بہرحال ایک تقدیر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی اتنی ہی رکھی تھی۔ جو باقی بچے ساتھ تھے وہ بھی صدمہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہمت اور حوصلہ دے اور اپنی عام زندگی میں وہ جلد واپس آجائیں۔ یادیں تو بھلائی نہیں جاسکتیں جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا۔ دوستوں میں ذکر چلتے بھی رہیں گے لیکن جامعہ کے طلباء کو بھی اس سے کسی بھی قسم کی مایوسی پیدا نہیں ہونی چاہئے، خوف پیدا نہیں ہونا چاہئے۔

سلیم ظفر صاحب لکھتے ہیں کہ میرا بہت ہی پیارا بیٹا تھا۔ بہت سی خوبیوں کا مالک تھا۔ کہتے ہیں چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

> ہمیشہ سچ بولتا تھا۔ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو چھپاتا نہیں تھا۔ اگر ڈانٹ بھی پڑے تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اپنی غلطی کو تسلیم کرنا اور سچ پر قائم رہنا اس کی عادت میں شامل تھا۔ بچوں سے بڑا پیار کرنے والا تھا۔ اپنی بہن کے بچوں سے بہت پیار کرتا۔ اگر وہ بہن اپنے بچوں کو ڈانٹتی تو یہ اتنا حساس تھا کہ خود رو پڑتا اور یہ کہا کرتا تھا کہ بچوں کی اصلاح مارنے سے نہیں ہوجاتی۔

میرے سے ملاقات کا پہلے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ جب بھی ملاقات ہوتی بڑا خوش ہو کے فون پہ بتایا کرتا تھا کہ آج میری ملاقات ہوئی ہے اور کہتے ہیں ہمیں بھی ان خوشیوں میں شامل کرتا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ

> ملاقات سے پہلے دفتر میں نیل کٹر (Nail Cutter) ضرور مانگتا تھا کہ میں اندر جارہا ہوں، مصافحہ کرتے ہوئے کہیں میرا ناخن نہ لگ جائے۔ کتنے ہیں جو اس باریکی سے احساس کرنے والے ہیں۔ دوسروں کو چیزیں دے کر خوشی محسوس کرتا تھا۔

کہتے ہیں بچپن سے ہی ہم اس کے لئے چاکلیٹ یا دوسری چیزیں وغیرہ لے کر آتے تھے تو ہفتہ کا سامان لاتے تھے اور وہ اگر پہلے دن ہی اس کے ہاتھ لگ گئیں ہیں تو لے جا کے اپنے سٹوڈنٹ میں بانٹ دیا کرتا تھا۔ جامعہ میں تعلیم کے دوران بھی جولڑکے لندن سے باہر سے آئے ہوتے تھے، weekend پہ

اپنے گھروں کو نہیں جا سکتے تھے تو اپنی امی کو یا بہن کو بتا دیا کرتا تھا کہ میرے ساتھ اتنے دوست آ رہے ہیں اس لئے وہ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے کھانا تیار رکھیں۔

اگر کوئی چیز کھانے کے لئے اس کو دیتے کہ ہوسٹل میں جا رہے ہو یہ رکھ لو تو اگر تو وہ وافر ہوتی تو لے کر جاتا کہ میرے رُوم میٹ (Room mate) جو ہیں ان کو پوری آ جائے ورنہ چھوڑ جاتا کہ میں چھپ چھپ کے کھانے نہیں کھا سکتا۔

کہتے ہیں اپنے دوستوں کے کپڑے بھی بعض دفعہ گھر لے آتا تھا کہ میرے دوست کے کپڑے ہیں ان کو دھو کر استری کر دیں۔ بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار کا تعلق تھا۔ پوری ذمہ داری سے ہر ایک کے کام کرنا، خدمت کرنا۔ اپنی ذات کے لئے تو بیشک ہاتھ روکتا تھا، اسے کنجوسی تو نہیں کہنی چاہئے، لیکن اسراف نہیں تھا۔ دوسروں کے لئے بہت کھلا ہاتھ تھا اور وصیت بھی جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی اللہ کے فضل سے منظور ہو گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت سے بے پناہ محبت تھی اور اس کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں سنتا تھا اور بات سن کے کبھی خاموش نہیں رہتا تھا۔ اگر کوئی ایسی بات سنے چاہے کوئی بھی ہو، کہتے ہیں ہمیشہ چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ کیونکہ بہت صابر تھا، کبھی مانگتا نہیں تھا اس لئے ہمیں اس کی ضروریات کا خود ہی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ پڑھائی کے دوران ہمیشہ ان لڑکوں کی انگلش میں بڑی مدد کیا کرتا تھا جو یوکے (UK) سے باہر کے، خاص طور پر یورپ سے آنے والے تھے۔ بعض لڑکوں نے بھی مجھے لکھا، بڑے سینیئر لڑکوں نے بھی لکھا کہ انگلش کے پرچے کے دوران پڑھانے کی ہماری بڑی مدد کیا کرتا تھا۔ غصہ نام کی تو کوئی چیز اس میں نہیں تھی۔ ہمیشہ اس کو ہنستے مسکراتے دیکھا اور یہ ہر ایک نے یہی لکھا ہے۔ پاکیزہ مذاق خود بھی کرتا تھا اور اس سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ نماز کا انتہائی پابند۔

وقف نو میں تو تھا ہی۔ والد کہتے ہیں اس کے واقف زندگی ہونے کا اعزاز بھی اللہ تعالیٰ نے دیا۔ ہمیشہ سچ بول کر صفت صدیقی کو اپنایا اور اپنی توفیق کے مطابق اس میں حصہ پایا۔ کہتے ہیں میری دیرینہ خواہش تھی کہ یہ مربی بن کر سلسلہ کی خدمت کی توفیق پائے۔ انہوں نے مجھے بھی کہا تو میں نے ان کو یہی کہا تھا کہ یہ بچہ تو جامعہ کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی مربی بن چکا تھا۔

اور بعض واقعات بتاؤں گا کس طرح اس کو تربیت کا بھی، تبلیغ کا بھی شوق تھا۔ اور یہ جو سفر تھا یہ بھی جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ اس نے صحتمند جسم کے لئے یقیناً یہ سفر کیا اس نے اور اس لحاظ سے اس کو بھی ایک دینی سفر ہی کہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بھی بلند فرماتا رہے اور قربیوں میں جگہ بھی دے۔ ان کے والد صاحب لکھتے ہیں

مانچسٹر وقف عارضی پر گیا ہوا تھا جس دن واپس آنا تھا وہاں سے کسی نے ایک لفافہ اس کی جیب میں ڈال دیا۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ رقم تھی۔ رضا نے شکریہ کے ساتھ واپس کی اور کہا کہ انکل ہمیں یہ لینا منع ہے۔ اسی شخص نے چند دن بعد مجھے بھی خط لکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو مربی بن رہا ہے وہ یہاں آیا تھا اور ہمیں حیران کر گیا۔ اگر ایسے بچے مربی بنیں گے تو یقیناً جماعت میں روحانی تبدیلی آئے گی کیونکہ (مجھے لکھا کہ) اس طرح اسے دیا گیا اور اس نے لینے سے انکار کر دیا اور انتہائی محنت سے اپنے کام کو سرانجام دیا۔

ان کی والدہ لکھتی ہیں کہ میرا بیٹا اپنے والدین اور جماعت کی اطاعت کرنے والا تھا۔ میرے ساتھ اس کا محبت کا تعلق تھا۔ ویسے تو ہر بچے کا والدین سے محبت کا تعلق ہوتا ہے لیکن اس کا پیار کا انداز بہت نرالا تھا۔ خیال رکھنے والا، بات ماننے والا، ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بڑے ہی اچھے انداز سے بات کرتا۔ چھوٹوں اور بڑوں سے بڑے پیار سے پیش آتا۔ جب بھی گھر میں ہوتا میرے گھر کے کاموں میں مدد کرتا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد پوچھتا کہ آپ تھک گئی ہیں، کوئی مدد کر دوں۔ کبھی مجھے پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا اور یہی کہتا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو نظر نہ آئیں۔ جامعہ سے واپس آتے ہی گھر میں سب لوگوں کا پوچھتا کہ پورے ہفتہ سب کیسے رہے؟ بڑی فکر سے سب کا پوچھتا۔ چھوٹا تھا تو اس وقت جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اسلام آباد جایا کرتے تھے تو سکول سے آتے ہی بھاگ جاتا تھا کہ مَیں حضور کو ملنے جا رہا ہوں اور ساتھ سیر بھی کرنی ہے۔ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ جو ربوہ کی ہیں اور آجکل یہاں کافی بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحت دے، ان کا ان کے گھر سے کافی تعلق تھا، کہا کرتا تھا کہ میں ان کے لئے بڑی دعا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں بھی ان کے لئے قبول کرے۔ یہ لکھتی ہیں کہ میں نے جمعہ کی رات خواب میں دیکھا کہ میرے گھر بڑے لوگ آ رہے ہیں اور بڑی تصویریں بن رہی ہیں۔ میں ڈر کر اٹھی اور اپنے شوہر کو کہا کہ مجھے خواب آئی ہے جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ اس خواب کا مجھے اچھا تاثر نہیں ہے تو صبح ہوتے ہی صدقہ دے دیں۔ انہوں نے کہا کہ دفتر جاؤں گا تو صدقہ دے

دوں گا۔لیکن اس سے پہلے ہی یہ افسوسناک اطلاع آ گئی۔ والدہ کہتی ہیں کہ جب بھی کوئی کپڑا لا کر میں دیتی تو آرام سے پہن لیتا اور بڑی تعریف کرتا۔ مہمان نوازی میں تو بہت ہی بڑھا ہوا تھا۔ اگر کوئی ایک دفعہ اس کی دعوت کر لیتا تو پھر بھولتا نہیں تھا اور جب بھی وہ کہیں ملتے یا اسلام آباد آتے تو فوراً گھر آ کر کہتا کہ فلاں فلاں لوگ آئے ہوئے ہیں کھانا بنائیں۔ ان کو کھانے پہ بلائیں۔

پھر یہ کہتی ہیں کہ اپنے ٹرپ پر جانے سے پہلے مجھے فون پر اردو میں لکھنا سکھاتا رہا کہ آپ کو دوسرے بہن بھائیوں سے حال پوچھنا پڑتا ہے تو آپ مجھے اردو میں لکھیں اور خود میں آپ کو جواب دیا کروں گا۔ کہتی ہیں جو بھی میں نے نصیحت کی اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا اور یہی اس نے دوستوں کو بھی بتایا۔

خلافت کے ساتھ تعلق قائم رکھا۔ نظام جماعت کے ہر چھوٹے سے چھوٹے حکم پر عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کی والدہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے کہا کہ امی میرا دل کرتا ہے کہ میں اتنا اچھا مربی بنوں کہ جماعت کی بہت تبلیغ کروں اور اتنے احمدی بناؤں کہ آپ کو مجھ پر فخر ہو۔

ان کی بہن رفیعہ صاحبہ کہتی ہیں بڑا ہی پیارا بھائی تھا۔ چھوٹا تھا مگر اس کی سوچ بڑی گہری تھی۔ چھوٹا ہو کر سب کا خیال رکھنے والا اور ہر عمر کے لوگوں کے ساتھ ان کی عمر کے مطابق ہو کر بات کرتا اور آج تک کبھی اس نے کسی کا دل نہیں دکھایا۔ ہر بات کو بڑے آرام سے سنتا اور بڑی عزت کے ساتھ جواب دیتا۔

اسلام آباد میں کام کرنے کے لئے جو ورکر لوگ جاتے تھے، پہلے بعض مرمتیں وغیرہ ہوتی تھیں یا لجنہ ہال بن رہا تھا تو وہاں بھی ان کا خیال رکھنا۔ چائے پہنچانا یا دوسری کھانے پینے کی چیزیں دینا، ہر وقت ان کی خدمت کرتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ صرف یہ لڑکا ہی ہے جو ہمیں پوچھتا ہے۔

اس کے بھائی اسد سلیم کہتے ہیں کہ بہت سادہ مزاج کا حامل تھا۔ صاف اور سیدھی بات کرتا۔ ہم نے حال ہی میں عزیزم کے لئے ایک نئی گاڑی خرید کر دی اور اسے سرپرائز دیا۔ دونوں بھائی اچھے کام کرتے ہیں انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو گاڑی خرید کر دی۔ کہتے ہیں سب سے پہلی بات جو عزیزم نے اس گاڑی کے متعلق پوچھی وہ اس کی قیمت تھی اور کہا کہ بطور مربی مجھے سادہ زندگی گزارنی چاہئے اور بیش قیمت چیزیں نہیں لینی چاہئیں۔

ان کی ہمشیرہ امۃ الحفیظ صاحبہ لکھتی ہیں۔ ایک خوبی اس میں یہ تھی کہ کسی شخص کی برائی سننا پسند نہیں کرتا تھا اور اس میں یہ صلاحیت تھی کہ لوگوں کے منفی خیالات کو اچھے رنگ میں بدل دیتا تھا۔ اس کا کہنا یہی ہوتا تھا کہ ہمیں لوگوں کی اچھائیوں پر نظر رکھنی چاہئے اور ان کی برائیوں کے متعلق باتیں کرنے کی بجائے ان کے متعلق دعا کرنی چاہئے۔ طبیعت میں سادگی کی ایک مثال یہ ہے کہ والدہ صاحبہ اس کو عید پر نئے کپڑے خرید کر دیتیں تو وہ کپڑے پہن کر بہت فکرمند رہتا، کہیں ان کپڑوں میں ضرورت سے زیادہ تکلف اور دکھاوا نہ ہو جائے۔ اس لئے اپنی کوئی پرانی چیز، کوئی جیکٹ وغیرہ اوپر پہن لیتا۔

قدوس صاحب استاد جامعہ احمدیہ ہیں وہ بھی ساتھ تھے کہتے ہیں کہ میں بچپن سے رضا سلیم کو جانتا ہوں۔ جامعہ میں داخلہ لیا تو اس وقت میں شاہد کلاس میں تھا اس لحاظ سے کہتے ہیں خاکسار نے جامعہ میں ایک ہی سال ان کے ساتھ گزارا ہے۔ لیکن خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاسز، اجتماعات اور جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیاں اکٹھے دینے کا موقع ملتا رہا۔ صدر خدام الاحمدیہ نے بھی مجھے بتایا کہ وہاں خدام الاحمدیہ کے اجتماعات پہ لڑکوں کے ساتھ سوال جواب میں یہ بڑا اچھا کام کرتا رہا ہے۔ قدوس صاحب لکھتے ہیں عزیزم رضا سلیم کی ڈیوٹی hygiene کے شعبہ میں لگی تھی۔ یہاں hygiene کہتے ہیں۔ لفظ بڑا اچنا ہوا ہے لیکن اصل چیز یہی ہے کہ صفائی وغیرہ کا خیال رکھنا تو کبھی بھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اس شعبہ میں ان کی ڈیوٹی کیوں لگائی گئی ہے بلکہ وہ یہ ڈیوٹی بہت محنت، لگن اور مستقل مزاجی سے سرانجام دیا کرتا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ مجھے جامعہ میں پڑھانے کا بھی موقع ملا۔

بہت لائق طالبعلم تھا۔ کلاس میں سب سے آگے attentively بیٹھتا اور ہمیشہ مسکرا کر بات کرتا۔ مجھے یاد نہیں ہے کبھی اس نے کسی قسم کے غصہ کا اظہار کیا ہو بلکہ دوسروں کی مدد کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتا۔ کرکٹ کا بھی شوق تھا لیکن اگر سکور وغیرہ دیکھنا ہوتا تو ہمیشہ ٹیچر سے پوچھ کے جاتا۔

کہتے ہیں کہ اس ہائیک (Hike) کے دوران ہم نے ایک رات hut میں گزاری جس کے غسل خانے کے دروازے کا لاک (Lock) نہیں تھا۔ سب نے اسے کہا کہ وہ دروازے پر کھڑا رہے تو بڑی خوشی سے اس نے یہ کام کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر رات کو کسی کو جانا پڑے تو اس وقت مجھے بیشک اٹھا دینا۔ اپنے ہائیک کے دوران اپنے کلاس میٹ عزیزم ظافر کے ساتھ ہائیکنگ کے بعد کروشیا جانا تھا۔ وہاں ظافر کی آنکھ پہ چوٹ لگ گئی تو بار بار فکر کا اظہار کیا کہ فارغ ہو کر ہائیک سے نیچے جا کر انشاء اللہ تمہیں ہسپتال سے چیک اَپ

کروائیں گے۔ یہ لکھتے ہیں کہ رضا سلیم بہت ہی مخلص واقف زندگی تھے۔ محنت، مستقل مزاجی اور ہر ایک سے اخلاق سے پیش آنا اس کے نمایاں اوصاف تھے۔

اسی طرح ظہیر خاں صاحب ایک ٹیچر ہیں۔ جامعہ احمدیہ کے استاد ہیں۔ وہ بھی لکھتے ہیں کہ گذشتہ دو سالوں سے عزیزم رضا کی کلاس کو پڑھانے کی توفیق پا رہا تھا۔ خاکسار نے اس بچہ میں ایک منفرد خوبی یہ دیکھی تھی کہ

> جو کام اس کے سپرد کیا جاتا اسے وہ نہایت محنت، لگن اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ کرتا۔ بعض اوقات میں نے دیکھا کہ اس کام پر مامور باقی بچے اگر اِدھر اُدھر چلے گئے ہیں تو یہ اکیلا اس کام کو سرانجام دے رہا ہوتا تھا اور جب تک کام مکمل نہ ہو جاتا اپنی بساط کے مطابق اس پر جتا رہتا تھا۔

رضا سلیم کی ایک بہت پیاری عادت یہ تھی کہ کبھی غیر ضروری سوال نہیں پوچھتا تھا اور جب کبھی سوال پوچھتا تو وہ عموماً مغربی دنیا میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں ہونے والے اعتراضات پر مبنی ہوتے اور بعض اوقات بتاتا کہ اس کی کسی غیر مسلم یا غیر احمدی دوست سے بات ہوئی اور اس نے یہ سوال پوچھا تھا۔

> گویا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام اور احمدیت کے دفاع اور ان پر ہونے والے اعتراضات کے جواب دینے کی ایک جوت جلا رکھی تھی۔

کہتے ہیں عزیزم رضا ایک دو مرتبہ میرے ساتھ گاڑی پر بیٹھا۔ لفٹ لی اور دو مرتبہ اس کی یو ایس بی سٹک (USB Stick) جیب سے گاڑی میں گر گئی اور وہ سٹک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی آڈیو ریکارڈنگ پر مشتمل ہوتی تھی۔ کوئی اُوٹ پٹانگ چیز نہیں ہوتی تھی۔

اسی طرح وہاں کے استاد سید مشہود احمد لکھتے ہیں کہ ٹیوٹوریل گروپ میں شامل تھا۔ نصابی سرگرمیوں کے ساتھ علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں بھی غیر معمولی دلچسپی لیا کرتا تھا۔ عزیزم کا جنرل نالج دیگر طلباء کے مقابلہ پر بہت اچھا تھا۔ اور اسی طرح کہتے ہیں گزشتہ سال مقابلہ بیت بازی میں حصہ لینے کے لئے

> عزیز نے تقریباً پانچ سو سے زائد اشعار یاد کئے تھے اور یہ خوبی بڑی نمایاں تھی کہ اشعار کو یاد کرنے سے پہلے یہ صرف رٹا نہیں مار لیتا تھا بلکہ ان کا مضمون سمجھا کرتا تھا

اور جس کے لئے سینئر طلباء اور اساتذہ سے رہنمائی لیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں رضا سلیم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔

> گزشتہ سال عزیزم کو وقف عارضی کے لئے وولورہیمپٹن کی جماعت میں بھجوایا گیا جہاں عزیزم نے لیف لیٹس کی تقسیم کے علاوہ مقامی احباب جماعت کے ساتھ مل کر متعدد تبلیغی سٹال بھی لگائے اور اس دوران ان کی ملاقات ایک انگریز سے ہوئی جو مذہباً ایک فعّال عیسائی تھا۔ عزیزم نے جب انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تحقیق کی روشنی میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب سے نجات پانے اور کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کے بارے میں بتایا تو وہ بہت حیران ہوا۔ بعد ازاں اس کے ساتھ اس کو مسجد کا وزٹ بھی کروایا۔ اس کو دعوت دی اور اس کے بعد بھی اس سے مستقل تبلیغی رابطہ رکھا۔

اسی طرح مقامی جماعت اسلام آباد اور جامعہ احمدیہ کے ساتھ لیف لیٹس کی تقسیم اور تبلیغی سٹال کے لئے ہمیشہ تیار رہتا۔ گزشتہ سال یہاں سے ان کی کلاس کے کچھ طلباء یا جامعہ کے طلباء گرمیوں میں سپین گئے تھے اور وہاں انہیں مَیں نے کہا تھا کہ کم از کم پچاس ہزار لیف لیٹس، پمفلٹس تقسیم کر کے آنے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس گروپ نے وہاں پچاس ہزار پانچ سو لیف لیٹ تقسیم کئے۔

اسی طرح منصور ضیاء صاحب جامعہ کے استاد ہیں، لکھتے ہیں کہ بڑے ہی دھیمے مزاج کے طالبعلم تھے۔ کبھی میں نے ان کے چہرے پر تیوری یا غصہ کے آثار نہیں دیکھے۔ خلافت اور جماعتی عقائد پر ناحق اعتراض جب کسی نے کئے۔ تو اس موقع پر کہتے ہیں کہ میں نے عزیز کے چہرے پر شدید غصہ دیکھا اور کہتے ہیں یہ باتیں یہ بیّن ثبوت تھیں کہ عزیزم کے رگ و ریشہ میں خلافت سے محبت اور اس کے لئے غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کہتے ہیں خلافت سے وابستگی کی ایک مثال یہ بھی ہے اور اسی طرح دینی علم سیکھنے کی بھی کہ جب بھی میں نے کلاس میں میرے خطبات کے بارے میں ذکر کیا اور خطبہ کے حوالہ سے کوئی جائزہ لیا تو عزیزم کو بہت سی باتیں یاد ہوتی تھیں۔ بڑے غور سے سننے والا تھا۔ پھر یہ بھی وہی کہتے ہیں جو سارے لکھ رہے ہیں کہ مشاہدہ کیا کہ عزیزم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ سوشل میڈیا پر غیر احمدیوں کو تبلیغ کرنا عزیزم کا معمول تھا اور اساتذہ کرام کی رہنمائی میں بڑی محنت کے ساتھ غیر احمدی احباب کے اعتراضات کے مدلّل جواب تیار کیا کرتا تھا۔

پھر ان کے ایک ہم مکتب عزیزم سفیر احمد لکھتے ہیں کہ میرا تعلق بیلجیم سے ہے اور ان کو پتا تھا کہ میں وہاں سے ہوں اور weekend پہ گھر نہیں جاتا تو

ہمیشہ weekend پہ مجھے اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا کھلانے کے لئے ضرور لے کر جاتا۔ اسی طرح انگریزی ہماری کمزور ہے تو ہمیشہ انگریزی کو سمجھا کر پھر امتحان کی تیاری کرواتا۔

اسی طرح شاہ زیب اطہر ہے وہ بھی کہتا ہے عزیز بڑا نرم مزاج اور خوشی سے دوسروں کو ملنے والا شخص تھا۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہنا۔ کہتے ہیں جب ہمیں وقف عارضی کے لئے بھیجا گیا اور بازار میں ہم نے تبلیغی سٹال لگایا تو دو عیسائی لوگ آئے۔ رضا نے بہت احسن رنگ میں جماعت کا پیغام پہنچایا۔ مرحوم کا علم بہت وسیع تھا اور تبلیغ کرنے کا بہت جذبہ تھا۔ کبھی غصہ سے بات نہیں کرتا تھا۔ لڑکوں کو اکٹھا کرتا اور پھر دوسری تفریحات کا پروگرام بھی بناتا۔ کہتے ہیں ایک واقعہ خاکسار کو یاد ہے۔

2014ء کے اگست کی وقف عارضی کے دوران خاکسار اور رضا سلیم مرحوم نے تبلیغی سٹال لگایا ہوا تھا۔ جانے سے تھوڑی دیر پہلے برٹین فرسٹ (Britain First) والے آ گئے۔ یہ لوگ اسلام کے خلاف ہیں، لیف لیٹنگ کر رہے تھے۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچے تو رضا سلیم سے غصہ کے انداز سے سوالات پوچھتے رہے لیکن انہوں نے حلم اور نرمی سے تمام سوالات کے جواب دیئے تو آخر پر ان کو پتا لگ گیا کہ یہ ان مسلمانوں میں سے نہیں ہے جو شدّت پسند ہیں۔

اسی طرح جامعہ میں ان کے ایک پڑھنے والے ظافر کہتے ہیں کہ کلاس روم میں ان کے ساتھ بیٹھا تھا تو ایک دم بورڈ مار کر ہاتھ میں لیا اور کہا کہ ظافر ہم جامعہ میں بہت وقت ضائع کر رہے ہیں اور ٹائم ٹیبل لکھنے لگا۔ فارغ وقت کو ہائی لائٹ کر کے کہتا تھا کہ ہمیں اس وقت بھی کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے اور اس وقت کو بھی بجائے وقت ضائع کرنے کے پروڈکٹو (Productive) بنانا چاہئے۔

اسی طرح انہوں نے فارغ وقت میں اساتذہ کے ساتھ بیٹھ کے مختلف subjects کے پڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر یہی لڑکا ہے جس کی آنکھ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہلکی سی زخمی ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں مجھے چوٹ لگی تھی اور بار بار آخر وقت تک مجھے کہتا تھا کہ ظافر جیسے ہی ہم نیچے پہنچیں گے تو ہسپتال جائیں گے تا تمہارا صحیح علاج ہو سکے اور پھر یہ کہتے ہیں کہ حادثہ سے پہلے پہاڑ سے نیچے آتے ہوئے اگر کبھی میرا پاؤں پھسلا۔ (ظافر کا پاؤں پھسلا کرتا تھا) تو مرحوم کو بڑی فکر ہوتی تھی اور کہا کرتا تھا کہ دھیان سے چلو۔ اسی طرح کہتے ہیں گزشتہ سال ہائیکنگ کے دوران مجھے اونچائی کی وجہ سے تکلیف ہو گئی جسے altitude sickness کہتے ہیں تو بار بار مجھے تسلی دیا کرتا، حال پوچھا کرتا لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ تقدیر کو کچھ اور منظور ہے۔ پھر weekend سے واپس آ کر ہمیشہ جماعت پر ہونے والے اعتراضات یاد کر کے آتا اور اپنے اساتذہ سے ان کے جواب طلب کرتا۔

اسی طرح ایک اور طالبعلم جامعہ حافظ طہٰ ہیں۔ کہتے ہیں کہ خلافت کا فدائی تھا۔ خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت رکھنے والا تھا۔ کسی سے خلیفہ وقت کے، نظام خلافت کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ کسی ایسے شخص نے جو جماعت سے دور ہو گیا تھا خلافت کے متعلق کوئی غلط بات منہ سے نکالی تو رضا نے اسے کہا کہ میں تمہاری ساری باتیں تو سن سکتا ہوں مگر خلافت کے متعلق یا خلافت کے خلاف کوئی بات میں برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر ایک طالبعلم دانیال لکھتے ہیں کہ پچھلے سال کی جو ہائیکنگ تھی اس کے بعد ہم سب حافظ اعجاز صاحب سے اگلی ہائیک پہ جانے کے لئے ہائیکنگ کا lesson لے رہے تھے تو یہ بہت خوش تھا اور سب ہم مل کر فون پر ویڈیو بنا کر بھیج رہے تھے۔ ہمیشہ ہمیں خوش رکھنے کی کوشش کرتا۔ یہ کوشش ہوتی کہ وقت ضائع نہ ہو۔ ہر ہفتہ کسی نئی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہوتا۔ مرحوم کی کوشش یہی رہتی کہ تہجد کا پابند رہے اور اپنے دوستوں کو بھی کہتا کہ تہجد کے وقت اگر وہ سویا ہو تو اسے سختی سے جگا دیا جائے۔ جامعہ کی پڑھائی کے علاوہ دنیاوی علوم حاصل کرنے کا بھی شوق رکھتا تھا۔ جنرل نالج اور شعر و شاعری کا بھی بڑا شوق تھا اس میں حصہ لیتا تھا۔

غرض کہ بیشمار واقعات لوگوں نے مجھے لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ وہ بچہ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ جامعہ پاس کرنے سے پہلے ہی بہترین مربی اور بہترین مبلغ تھا اور خلافت کے لئے بے انتہا غیرت رکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے جامعات کے تمام طلباء کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی اخلاص و وفا میں بڑھنے والے ہوں اور فرائض کو ادا کرنے والے ہوں۔ عزیزم کے دوست صرف اس کی خوبیاں بیان کرنے والے نہ ہوں بلکہ دوستی کا حق تو یہ ہے کہ اسے اب اس طرح ادا کریں کہ اس کی خوبیاں اپنا کر اپنی تمام تر صلاحیتیں دین کی خدمت کے لئے استعمال کریں اور مجھے بھی اور آئندہ آنے والے خلفاء کو بھی ہمیشہ بہترین مددگار اور سلطان نصیر ملتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کو بھی اور بہن بھائیوں کو بھی سکونِ قلب عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ان لوگوں نے جس صبر کا اظہار کیا ہے اس پر ہمیشہ یہ قائم بھی رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں اور آئندہ ہر ابتلا اور مشکل سے اللہ تعالیٰ ان سب کو بچائے۔ نماز کے بعد انشاء اللہ نماز جنازہ ہوگی۔ جنازہ حاضر ہے۔ مَیں باہر جا کر نماز جنازہ پڑھاؤں گا احباب یہیں صفیں درست کر لیں۔

☆......☆......☆

ہستی باری تعالیٰ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14؍اگست 2016ء کو کینیڈا میں واقفین نَو کی کلاس میں ایک واقفِ نَو سے دریافت فرمایا:

''ہمارا خدا'' جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟

حضور انور نے فرمایا: انگریزی میں اس کا نام Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ **ہر وقفِ نو کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے کیونکہ آجکل دہریت کا زور ہے۔** (الفضل انٹرنیشنل 9؍دسمبر 2016ء)

أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہمارا خدا

جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے

تصنیف لطیف

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

قسط نمبر 5

تحقیق کے میدان میں نیّت کا دخل

اب سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ جب کوئی آدمی کسی کام کو شروع کرنے لگتا ہے تو جس نیّت کے ساتھ وہ اس کام کو شروع کرتا ہے وہ اس کے آئندہ طریق عمل پر ایک بڑی حد تک اثر ڈالتی ہے۔ ایک ہی کام جب ایک نیّت سے کیا جاتا ہے تو وہ اور رنگ رکھتا ہے اور اَور اثر پیدا کرتا ہے اور وہی کام جب دوسری نیت سے کیا جاتا ہے تو وہ تو پھر اُس کی اطاعت بالکل ہی اور صورت میں ظاہر ہوگی اور اس کا کام کرنے کا طریق بالکل ہی نرالا ہوگا اور اس کے ہر حرکت و سکون میں شوق اور ولولہ اور ایک ذاتی لگاؤ کا رنگ نظر آئے گا اور یہ فرق اس لئے ہوگا کہ گو کام ایک ہی ہے یعنی اطاعت لیکن نیتیں مختلف ہیں اور نیتوں کے اختلاف نے طریقِ عمل کی صورت کو بدل دیا ہے۔

اسی طرح خدا کے متعلق تحقیق کرنے کا سوال ہے۔ ایک فلسفی بھی تحقیق کرتا ہے اور ایک سالک بھی۔ اور

بالکل دوسرے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا اثر پیدا کرتا ہے۔ الغرض نیّت کو انسان کے ہر کام میں بڑا دخل ہے اور نیّت کا اثر انسان کے تمام کاموں میں ضرور کسی نہ کسی صورت میں رونما ہوتا ہے اور یہ اثر کوئی فرضی اور خیالی اثر نہیں ہوتا بلکہ واقعی اور حقیقی اثر ہوتا ہے مثلاً فرض کرو کہ ایک انسان اپنے افسر کی جس کے ماتحت وہ رکھا گیا ہے صرف اس لئے اطاعت کرتا ہے کہ وہ اس کا افسر ہے مگر اس کے احکام میں اسے کوئی ذاتی دلچسپی نہیں اور نہ اس افسر کے ساتھ اسے کوئی ذاتی محبت کا تعلق ہے اور نہ اُس افسر کی لیاقت اور قابلیت کا اُس کے دل پر کوئی اثر ہے تو ایسی صورت میں اس کی اطاعت محض ایک ضابطہ کی اطاعت ہوگی اور وہ صرف اپنے فرضِ منصبی کو پورا کرنے کے لئے اس کے احکام کی تعمیل کرے گا اور اُس کے کاموں میں کوئی شوق اور ولولہ اور دلچسپی نہیں نظر آئے گی۔ لیکن اگر وہی شخص اپنے افسر کے ساتھ ذاتی محبت کا تعلق رکھتا ہو اور اُس کی لیاقت اور قابلیت کا مدّاح ہو اور اس کے احکام میں دلچسپی رکھتا ہو

دونوں کا مقصود ایک ہی ہے کہ خدا کا پتہ لگائیں، لیکن نیتوں میں بھاری فرق ہے۔ فلسفی تو اس لئے اس میدان میں قدم زن ہوتا ہے کہ اپنی عقل کی امداد سے صحیفۂ عالم پر نظر ڈال کر یہ پتہ لے کہ آیا کوئی اس کارخانۂ عالم کا بنانے والا بھی ہے یا نہیں اور پھر جس نتیجہ پر وہ پہنچے اُسے اپنی علمی معلومات کے خزانہ میں جمع کردے اور بس۔ اُسے اس سے غرض نہیں کہ خدا ہے تو کن صفات والا ہے اور اس کا اپنے بندوں کے ساتھ کیا تعلق ہے اور بندوں کا اُس کے ساتھ کیا تعلق ہونا چاہئے اور اس تک پہنچنے کا کیا ذریعہ ہے؟ کیونکہ اس کا مقصود خُدا کا تعلق نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ علمی طور پر پتہ لگائے کہ کوئی اس کارخانۂ عالم کا صانع بھی ہے یا نہیں۔ وہ اُس کے تعلق کا خواہشمند نہیں، اس کے قرب کا شائق نہیں، اس کی دوستی کا خواہاں نہیں، اس کے دل میں اس تک پہنچنے کی تڑپ نہیں، اُس کی مرضی کا علم حاصل کر کے اُس کے بجالانے کا خیال نہیں، بس ایک علمی تحقیق ہے جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف سالک ہے جو خدا

کے لئے سرگرداں ہے، اُس کے تعلق کا خواہشمند ہے، اُس کے قرب کا شائق ہے، اس کی دوستی کا خواہاں ہے، اس تک پہنچنے کے واسطے بے قرار ہے اور اُس کی رضا کا علم حاصل کر کے اُس پر کاربند ہونا چاہتا ہے اور ایک سچی تڑپ کے ساتھ اُس کی تلاش کرتا ہے۔ کیا ان دونوں کی تلاش ایک رنگ کی ہوگی؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنی نیت کو درست کرے اور ایک فلسفی کے طور پر نہیں بلکہ ایک سالک کے طور پر اِس میدان میں قدم زن ہو اور اپنے دل میں اس تڑپ اور اس بے چینی کو پیدا کرے جو صداقت کی تلاش کے لئے ضروری ہے۔ دیکھو ماں کا دودھ اس کے پستانوں میں اس طرح نہیں اُترا کرتا کہ بچہ ایک معقول اور سنجیدہ صورت بنا کر ماں کے سامنے اس بات کا اظہار کرے کہ اے میری ماں میں تیرا دودھ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آیا وہ میری خوراک بننے کے لئے موجود بھی ہے یا نہیں۔ بلکہ دودھ اس طرح اُترا کرتا ہے کہ بچہ جب بھوک سے روتا اور بلبلاتا ہے تو اُس وقت ماں اگر اپنے آپ کو روکنا بھی چاہے تو نہیں رُک سکتی اور بے اختیار ہو کر اُس کے پستانوں سے دودھ بہنے لگ جاتا ہے تاکہ یہ دودھ اس کے بچے کے جسم کی خوراک بن کر اُسے ہلاکت سے بچالے۔ پس خدا بھی اپنا چہرہ فلسفی پر نہیں ظاہر کرتا بلکہ اُس سے دور بھاگتا ہے کیونکہ وہ فلسفیوں کے تخیلات کا کھلونا نہیں بننا چاہتا۔ مگر سالک کے پاس خُدا خود آتا ہے کیونکہ وہ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا اور وفادار خدا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کی سچی تلاش کرنے والا اُس کے متعلق تاریکی میں رہ کر ہلاک ہو جاوے۔ یہ بھی ایک عجیب نظارہ ہے کہ فلسفی بھی تلاش کرتا ہے اور سالک بھی۔ مگر فلسفی سے خُدا دُور بھاگتا ہے اور سالک کے پاس خود بھاگتا ہوا آتا ہے۔

پس اے میرے عزیزو! تم خدا کے متعلق کبھی بھی فلسفیانہ طریقِ تحقیق اختیار نہ کرو کیونکہ اس طرح تم خُدا کو کبھی نہیں پاسکتے اور یہ تلاش ہے بھی بے سُود۔ کیونکہ اگر ہم نے محض علمی طور پر خدا کے وجود کا پتہ لگا کر پھر خاموش ہو جانا ہے تو ہمیں اس مصیبت میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم جو اپنا وقت اور توجہ اور طاقت خرچ کریں تو کیا صرف اس لئے کہ ہمیں یہ علم حاصل ہو جائے کہ کوئی خُدا ہے یا نہیں اور بس؟ ایسا علم ہمارے واسطے ذرّہ بھر بھی مفید نہیں ہو سکتا بلکہ اُلٹا نقصان دہ ہوگا کیونکہ خدا کا علم پا کر پھر اُس سے غافل رہنا ہمیں دوہرا مجرم بنا دے گا۔ اسی لئے ہماری اس قسم کی کوشش کے نتیجہ میں خُدا کبھی بھی اپنا چہرہ ہم پر ظاہر نہیں کرے گا بلکہ وہ صرف اُسی صورت میں ہم پر ظاہر ہوگا جب وہ یہ دیکھے گا کہ ہم ایک سچی تڑپ کے ساتھ اُس تک پہنچنا چاہتے ہیں تاکہ اُس کے قُرب کی برکات سے مستفید ہوں اور اُس کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کر کے اپنے لئے اعلیٰ ترقیات کا دروازہ کھول سکیں جو انسانی زندگی کا مقصد ہے۔ پس سچی تڑپ اور دلی ولولہ پیدا کرو تا تمہاری کوشش بارآور ہو اور تمہاری محنت ٹھکانے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
اس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار
تیر تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں
تیراندازو! نہ ہونا سُست اس میں زینہار
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل
اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار

نیز فرماتے ہیں۔

فلسفی کز عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دور تر ہست از خردہا آں راہِ پنہانِ تُو

"یعنی فلسفی جو محض عقل کے ذریعہ سے تجھے (اے خُدا) پانا چاہتا ہے وہ یقیناً دیوانہ ہے کیونکہ تیری پوشیدہ راہیں خشک عقل وخرد کی پہنچ سے بہت دور واقع ہوئی ہیں۔"

تاریخِ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہؓ سے شادی اور آپؐ کی اولاد

حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی

حضرت خدیجہؓ ایک بیوہ اور صاحبِ اولاد عورت تھیں اور یکے بعد دیگرے دو خاوند کر چکی تھیں۔ مگر دونوں فوت ہو چکے تھے۔ چونکہ نہایت معزز اور دولتمند اور شریف تھیں حتّٰی کہ اُن کی شرافت کی وجہ سے اُن کا نام طاہرہ مشہور ہو گیا تھا۔ (زرقانی) اس لئے مکّہ کے کئی لوگوں نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا، مگر اُنہوں نے سب کا انکار کیا۔ اب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا معاملہ پڑا اور انہوں نے آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ اور قابلیت کو دیکھا اور اپنے خادم میسرہ کو بھی آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان پایا تو انہوں نے خود آپؐ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے مشورہ کے بعد قبول کر لیا۔ چنانچہ آپؐ کے رشتہ دار اور خدیجہؓ کے قریبی رشتہ دار جمع ہوئے اور ابو طالب نے پانسو درہم مہر پر خدیجہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح پڑھ دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ گویا خدیجہ ؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اس نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد بن اسد فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے خدیجہؓ کی طرف سے اُن کے چچا عمرو بن اسد نے شرکت کی۔ (ابن سعد و روض الانف جلد 1 صفحہ 226)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی اولاد ہوئی وہ سب سوائے ابراہیم کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عُمر میں ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی؛ چنانچہ حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئے۔ لڑکوں کے نام قاسم، طاہر اور طیّب تھے۔ بعض روایتوں میں ایک چوتھا بیٹا عبداللہ بھی بیان ہوا ہے۔ مگر عام خیال یہ ہے کہ طیّب کا دوسرا نام عبداللہ تھا۔ لڑکیوں کے نام زینبؓ، رقیہؓ، اُمّ کلثومؓ اور فاطمہؓ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئی آپؐ کے دعویٔ نبوت سے پہلے پیدا ہو چکی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم آپؐ کے بڑے بیٹے قاسم کے نام پر تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد سب بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔

مگر لڑکیاں سب بڑی ہوئیں اور اسلام لائیں، لیکن سوائے چھوٹی لڑکی فاطمۃ الزہراؓ کے باقی کسی لڑکی کی نسل نہیں چلی۔ بڑی لڑکی زینب ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ بیاہی گئیں جو حضرت خدیجہؓ کے عزیزوں میں سے تھے۔ ابوالعاص کے ہاں زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئے۔ لڑکا تو بچپن میں ہی فوت ہو گیا، مگر لڑکی بڑی ہوئی اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے عقد میں آئی، مگر اس کی نسل نہیں چلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ابوالعاص ہجرت کے کئی سال بعد تک اسلام نہیں لائے۔ جس کی وجہ سے زینبؓ کو بھی بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہو گئیں۔

رقیہ اور اُمّ کلثوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کے دو لڑکوں عُتبہ اور عُتیبہ کے عقد میں آئیں مگر اسلام کے زمانے میں جب ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی تو پیشتر اس کے کہ رخصتانہ ہوتا یہ دونوں نکاح فسخ ہو گئے۔ اس کے بعد رقیّہ اور اُمّ کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ بن عفّان کے نکاح میں آئیں جس کی وجہ سے ان کو ذوالنورین یعنی دو نُوروں والا کہتے ہیں۔ مگر ان دونوں کی نسل نہیں چلی۔ یعنی رقیّہ کے بطن سے تو ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہو کر فوت ہو گیا اور اُمّ کلثوم کے کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ رقیّہ کا جنگ بدر کے زمانہ میں اور ام کلثوم کا فتح مکہ کے بعد انتقال ہو گیا۔

سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ یہ ہجرت کے بعد حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں اور انہی کے بطن سے حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ پیدا ہوئے جن کی اولاد سیّد کہلاتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ کی اولاد جو اُن کے پہلے دو خاوندوں سے تھی وہ دو لڑکوں ہند اور ہالہ اور ایک لڑکی ہند پر مشتمل تھی جو خدا کے فضل سے سب مُسلمان ہو گئے تھے۔

(سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 105-108)

☆......☆......☆

جلسہ سالانہ برطانیہ کے ایّام میں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات پر مشتمل ڈائری

عابد خان صاحب کی ذاتی ڈائری

قسط نمبر 1

تعارف

گزشتہ چند سالوں سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ دنیا کے مختلف ممالک کا سفر اختیار کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اور مَیں نے حضور انور کے دورہ جات سے متعلق متعدد ذاتی ڈائریاں لکھی ہیں جن میں مَیں نے ذاتی مشاہدہ پر مشتمل خلافت احمدیہ کی برکات کا ذکر کیا ہے۔

گزشتہ چند سالوں سے کچھ لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ مَیں یوکے میں حضور انور کی زندگی اور مصروفیات پر مشتمل یا کم از کم جلسہ سالانہ کے ایّام سے متعلق ایک ڈائری لکھوں۔

حضور انور کے دورۂ سکینڈ ینیویا مئی 2016ء کے بارہ میں بھی مَیں نے ایک ڈائری لکھی ہے۔ سابق صدر خدام الاحمدیہ یوکے فہیم انور صاحب نے یہ ڈائری پڑھنے کے بعد مجھ سے رابطہ کیا اور کہنے لگے کہ وہ امید کرتے ہیں کہ آنے والے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارہ میں بھی مَیں کوئی ڈائری لکھوں گا۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ جب مَیں نے اُسی دن حضور انور سے ملاقات کی تو حضور نے مجھ سے دورہ جات کے دوران لکھی جانے والی ڈائریز کے بارہ میں دریافت فرمایا کہ کوئی feedback ملا ہے؟ چنانچہ مَیں نے حضور سے فہیم صاحب کی تجویز کا ذکر کیا۔ بلا توقف حضور انور نے اپنی نظریں دفتری ڈاک سے اُٹھائیں جو آپ ملاحظہ فرما رہے تھے اور فرمایا:

'اس سال آپ کو جلسہ سے ایک ہفتہ قبل اور ایک ہفتہ بعد میرے ساتھ گزارنا چاہئے اور پھر آپ جلسہ یوکے کی ڈائری بھی لکھ سکتے ہو۔'

حضور انور مسکرائے اور پھر فرمایا:

'آپ لکھ سکتے ہو کہ یہ لندن ڈائری مقبولیت اور کثرتِ مطالبات کی وجہ سے لکھی جا رہی ہے۔'

حضور انور کے ارشاد کے مطابق مَیں 7/اگست بروز اتوار صبح پرائیویٹ سیکرٹری آفس (PS Office) میں حاضر ہو گیا۔ مَیں روزانہ اس آفس میں آتا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ ماننا پڑ رہا ہے کہ اُس روز مَیں بہت گھبرایا ہوا تھا کیونکہ مَیں آفس کے روزمرّہ امور میں کسی قسم کا خلل نہیں ڈالنا چاہ رہا تھا۔

روزمرّہ امور کے علاوہ حضور انور جلسہ سالانہ سے ایک ہفتہ قبل جلسہ کی تیاری میں صرف کرتے ہیں۔ حضور انور جس جلسہ میں بھی شرکت فرماتے ہیں یقیناً اس دوران بہت مصروف ہوتے ہیں لیکن جلسہ سالانہ یوکے پر حضور انور کی مصروفیات اور ذمہ داریاں انتہا تک پہنچی ہوتی ہیں۔

حضور انور کی نصیحت اور ''لمبی'' سیر

اُسی دن علی الصبح مَیں ایک خادم سلسلہ سے ملا جس نے مجھے بتایا کہ اس کی اہلیہ امید سے ہے اور وہ روزانہ بہت پریشان اور فکرمند رہتا ہے کہ سب کچھ صحیح سلامت ہو جائے۔ اس نے میرے تجربہ کے بارہ پوچھا اور پوچھا کہ کیا یہ فکرمندی پورے 9 مہینے تک رہتی ہے یا وقت کے ساتھ ساتھ گم ہو جاتی ہے؟ تو مَیں نے اسے بتایا کہ کس طرح دونوں دفعہ میری اہلیہ 'مالا' کے حمل کا وقت گزرا اور یہ کہ ہم دونوں بھی اس دوران بہت گھبرائے ہوئے تھے اور فکرمند تھے۔ نیز حضور کی ایک نصیحت بھی بتائی۔ حضور انور نے مجھے فرمایا تھا کہ حمل کے نو مہینے کثرتِ دعا اور صدقہ کا وقت ہوتا ہے۔

مَیں نے اُسے 2013ء کا ایک واقعہ بھی سنایا جب میری اہلیہ پہلی مرتبہ حاملہ ہوئی۔ ہمارے پہلے بیٹے ماہد کی پیدائش کی تاریخ 27/اپریل متوقع تھی اور حضور انور امریکہ اور کینیڈا کے دورہ کے لئے 4 مئی کو روانہ ہو رہے تھے۔ حضور انور نے از راہ شفقت مجھے قافلہ میں شامل فرمایا اور اس لئے میں بہت شائق تھا کہ وقت پر پیدائش ہو جائے اور کوئی تاخیر نہ ہو۔ لیکن ماہد نے فیصلہ کیا ہوا تھا کہ وہ اپنے وقت پر ہی آئے گا اور اس لئے 'مالا' کے وضع حمل میں تاخیر ہو گئی۔ حضور انور کے دورہ کا وقت قریب سے قریب تر ہو گیا۔ وضع حمل کی متوقع تاریخ کے چند دن بعد حضور انور نے مجھے نصیحت فرمائی کہ مَیں مالا کو سیر کے

لئے لے جاؤں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ سیر وضع حمل کے لئے مفید ہے۔ پس اگلے روز ہم صبح کے وقت گھر سے نکلے اور تین گھنٹے تک سیر ہی کرتے گئے۔ پھر اسی روز شام کو جب میری حضور انور سے ملاقات ہوئی تو جاتے ساتھ ہی مَیں نے بڑے اعتماد کے ساتھ اور فخریہ انداز میں اس بات کا ذکر کیا کہ "حضور، مَیں نے آپ کی نصیحت کو مانتے ہوئے ماﻻ کو آج تین گھنٹے سیر کروائی ہے۔" مجھے آج تک یاد ہے کہ یہ سنتے ہی حضور نے حیرت کی نگاہ سے میری طرف دیکھا اور فرمایا: 'اللہ رحم کرے! میرا تو مطلب تھا کہ تم اسے چھوٹی سی 10 منٹ کی سیر پر لے کر جاؤ اور پھر اسے وقفہ دو اور پھر کچھ وقت کے بعد دس منٹ سیر کرواؤ'۔

حضور انور کی ہر امر پر خاص توجہ

میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بیٹھا ہوا تھا تو مَیں نے دیکھا کہ محمد غالب جاوید صاحب مربیٔ سلسلہ (جو اس دفتر میں خدمت بجا لا رہے ہیں) کئی کاغذات کی فوٹو کاپی کر رہے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ جو کاغذات وہ کاپی کر رہے تھے اُن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی مختلف نظموں کے اشعار لکھے ہوئے تھے۔ بعض اشعار کے ساتھ ٹِک کا نشان لگا ہوا تھا اور مجھے لکھائی سے پتہ لگ گیا کہ حضور انور نے ان کے ساتھ ٹِک [✓] لگایا تھا۔ غالب نے مجھے بتایا کہ جلسہ سالانہ پر تلاوت کی جانے والی ہر آیت اور نظموں کے تمام اشعار کا انتخاب حضور انور خود فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور انور خود قاری اور مقرر کا انتخاب فرماتے ہیں اور اس انتخاب میں یہ بھی شامل ہے کہ قاری نے کِس اجلاس میں تلاوت کرنی ہے اور مقرر نے کِس موضوع پر تقریر کرنی ہے۔ عام طور پر افسر جلسہ گاہ CD's بھجواتے ہیں جن میں مختلف اشخاص کی تلاوت اور نظموں کے نمونے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور حضور انور انہیں سُن کر فیصلہ فرماتے ہیں۔ غالب کی یہ بات سُن کر مَیں سوچنے لگا کہ حضور انور کِس قدر باریکی سے جلسہ سالانہ کے ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔

ایک اہم سبق

ایک دن شام کو مَیں نے حضور انور کی خدمت میں ایک پریس ریلیز کا نمونہ پیش کیا جسے ہماری ٹیم نے لکھا تھا۔ ہم اس پریس ریلیز کو اپنی 'میڈیا کمپین' (media campaign) کے سلسلہ میں جلسہ سالانہ سے قبل میڈیا کو بھجوانا چاہتے تھے۔ اُس میں ہم نے لکھا تھا کہ جلسہ سالانہ پر 40,000 (چالیس ہزار) کی حاضری متوقع ہے۔ ٹیم کی حیثیت سے ہم نے اس تعداد کے بارہ میں کئی موقعوں پر بات چیت کی تھی اور ہمیں اطمینان تھا کہ تعداد میں 40,000 لکھنا موزوں ہے کیونکہ 50ویں جلسہ سالانہ یوکے پر یہ حاضری متوقع تھی۔ مجھے کئی موقعوں پر خیال بھی آیا کہ حضور انور شاید اس تعداد کے بارہ میں استفسار فرمائیں گے لیکن مَیں نے اپنے آپ کو اس بات پر قائل کر لیا ہوا تھا کہ 40,000 لکھنا جائز ہے۔ پریس ریلیز کو دیکھتے ہی حضور انور نے فرمایا: آپ نے یہ کیوں لکھا ہے کہ 40,000 کی حاضری ہوگی؟ اس کے بعد حضور انور نے اس تعداد کو کاٹ دیا اور اس کی جگہ پر 30,000 (تیس ہزار) لکھ دیا۔ پھر حضور انور نے میری طرف دیکھا اور بڑے وثوق سے فرمایا: 'یاد رکھو کہ غلط بیانی یا مبالغے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا'۔ حضور انور کے الفاظ اِتنے باوثوق اور واضح تھے کہ مجھے ہمت نہ ہوئی کہ اس تعداد کا جواز یا کوئی عذر پیش کروں۔ لہٰذا مَیں نے معذرت کی اور حضور سے معافی مانگی کہ یہ اندازہ غلط تھا۔

Fazl Mosque, London

حضور انور کا دفتر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں واقع ہے۔

اس پریس ریلیز کے نمونہ میں ہم نے دہشتگرد تنظیم داعش (ISIS) کا بھی ذکر کیا تھا۔ میڈیا کی توجہ مبذول کرنے کے لئے ہم نے یہ لکھا تھا کہ جلسہ سالانہ یو کے میں امن کے فروغ کے لئے شاملین کی تعداد داعش کی کُل تنظیم کے ممبران کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔

یہ دیکھ کر حضور انور نے جہاں جہاں بھی داعش کا ذکر تھا اسے اپنے قلم سے کاٹ دیا۔ اس کے بعد حضور انور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: 'ہماری جلسہ پریس ریلیز میں داعش کو توجہ کا مرکز بنانے یا اُس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو جلسہ کے روحانی ماحول اور اس کے انعقاد کے مقاصد پر focus کرنا چاہئے'۔

جب حضور نے یہ بات کہی تو مجھے حضور انور کی وہ بات یاد آئی جو مارچ میں حضور انور نے امن سمپوزیم پر کہی تھی کہ 'دہشتگرد اور انتہا پسند گروپس کی تشہیر اُن کے لئے آکسیجن (oxygen) کا کام دیتی ہے۔' تب مجھے احساس ہوا کہ یہاں ہم خود ان کی تشہیر کے جال میں پھنس گئے تھے۔

☆......☆......☆

بیش بہا انوکھی دنیا۔آپ کے خطوط

عزیزم محمد علی ابن مکرم وحید احمد صاحب آف Heathrow یو کے نے ہمیں درج ذیل مضمون بھیجا ہے۔

احمدیت ایک مشعل

آدھی رات ایک جنگل کا سفر ڈر سے بھرا ہوا، مشکل اور خوفزدہ ہوتا ہے جس میں انسان اپنے اندر کے ڈر اور باہر کے ڈر سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ کسی ظاہری چیز سے ڈرنا اور کسی اندرونی چیز سے ڈرنا دو مختلف چیزیں ہیں جس کا اندازہ مجھے اُس وقت ہوا جب مَیں نے اپنے اندرونی ڈر کو محسوس کیا۔

یہ ڈر آپ کو کمزور انسان بنا دیتا ہے۔ اور اس کا علاج کسی انسان کے پاس نہیں ہے خواہ وہ ڈاکٹر ہو یا حکیم۔ یہ ڈر آپ کو کسی بھی کام شروع کرنے یا دورانِ کام آپ کو فوکس کرنے سے روکتا ہے اور اس کے نتیجے میں آپ مایوسی اور پریشانی کی حالت میں رہتے ہیں۔

لیکن یہ ڈر لا علاج نہیں بلکہ اس کا علاج ہے جیسے ''ایمان'' کہتے ہیں۔ ''ایمان'' وہ چیز ہے جو انسان کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ ایک خدا ہے اور اسی کی عبادت کرنی ہے۔ ہر پریشانی اور مشکل میں صرف اُسی سے مدد مانگنی ہے۔ ایمان ایک اندرونی طاقت ہے جو آپ کے دل و دماغ کو مضبوط بنا دیتا ہے۔ مَیں نے ایمان کی سچائی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تعلیمات سے حاصل کیا ہے۔ اگر ایک سچّا ایمان رکھنے والا مسلمان یعنی سچّا مومن خدا کی وحدانیت پر قائم ہو تو وہ کبھی نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ یہ بات جانتا ہے کہ ہر مشکل میں خدا ہی وہ ذات ہے جو مدد کو آئے گی۔ پس ایمان کی مضبوطی ہر مشکل، ہر پریشانی اور ڈر کا علاج ہے۔ ''ایمان'' کی مضبوطی خدا تعالیٰ کو یاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے انسان دل میں سکون پاتا ہے۔

☆......☆......☆

FAJR
ZOHR
ASR
MAGHRIB
ISHA

JUMA
TrAVEH
EID-UL-FITR
EID-UL-ADHA
TAHAJJUD

BY Aikaan Ahmed
Age 11 years
THORNTON HEATH

E	I	D	-	U	L	-	A	D	H	A
I	A	Z	B	R	I	B	N	M	P	o
D	D	B	H	A	S	Y	Z	I	T	I
-	W	O	J	C	H	X	Z	B	A	N
U	Z	Y	I	Q	A	S	R	B	H	M
L	+	V	X	Z	Z	B	K	a	q	P
-	F	G	F	J	Z	X	X	C	J	O
F	H	B	I	A	J	A	E	F	J	R
I	W	U	Y	Z	J	U	M	A	U	Q
T	B	M	A	G	H	R	I	B	D	R
R	K	E	G	Z	B	M	A	R	S	S
K	J	A	W	D	Y	B	I	M	E	V
A	T	R	A	V	E	H	C	H	J	E
Z	Y	Z	Y	B	Z	U	V	A	K	W

مکرم چوہدری محمد علی صاحب مرحوم کے ساتھ ایک یادگار ملاقات

”واقفینِ نو جماعت کے مستقبل کے مجاہد ہیں“

مرزا فرخ احمد۔ لیکچرار نصرت جہاں کالج ربوہ

2001ء میں میٹرک کے امتحانات کے بعد واقفینِ نو کے اجتماع میں شمولیت کے بعد تقریباً سال میں میرے ایک سے دو چکر ملتان سے ربوہ زیارتِ مرکز یا کسی کام کے سلسلہ میں لگ جایا کرتے تھے۔ چونکہ میں واقفِ نو ہوں، اسی لئے ہمیشہ میری یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ مکرم وکیل صاحب وقفِ نو سے ضرور ملاقات کر کے رہنمائی حاصل کروں۔ 2005ء میں جب میں گریجویشن کے امتحانات دے چکا تھا تو حسبِ عادت مَیں ربوہ میں مکرم سید قمر سلیمان صاحب (وکیل وقفِ نو) کی خدمت میں مستقبل کی تعلیمی رہنمائی کے لئے حاضر ہوا۔ مکرم وکیل صاحب نے مجھے ایم اے انگلش کرنے کی رہنمائی فرمائی اور کہا کہ اس مرتبہ آپ مکرم چوہدری محمد علی صاحب (وکیل التصنیف) سے ملاقات کر کے جائیں۔ مَیں نے مکرم چوہدری محمد علی صاحب کے دفتر کے متعلق دریافت کیا اور اُسی لمحے اُس طرف چل دیا۔ میرے دل میں یہ بات تھی کہ شاید مکرم چوہدری محمد علی صاحب مصروفیت کی وجہ سے مجھے ملاقات کا وقت نہیں دیں گے۔ لیکن حقیقتِ حال بالکل اس کے برعکس تھی۔

جب میں اُن کے کمرہ میں داخل ہوا اور السلام علیکم کہا۔ اور بتایا کہ مَیں ایک واقفِ نو ہوں اور مکرم وکیل صاحب وقفِ نو کی نصیحت پر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں تو مکرم چوہدری محمد علی صاحب نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ:

”جب بھی میں واقفینِ نو سے ملتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کیونکہ واقفینِ نو جماعت کے مستقبل کے مجاہد ہیں۔ اور آپ اُس بابرکت تحریک سے ہیں جو کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے الٰہی منشاء کے مطابق 3/اپریل 1987ء کو فرمائی تھی۔“

پھر مکرم چوہدری محمد علی صاحب نے فرمایا کہ **”مَیں آپ سے کھڑا ہو کر ملوں گا کیونکہ آپ ایک واقفِ نو ہیں۔“**

ضعیف العمری اور کمزوری کے باوجود مکرم چوہدری محمد علی صاحب اپنی کرسی سے کھڑے ہوگئے اور مجھے پاس بلا کر گلے سے لگایا۔ پھر بیٹھنے کو کہا۔ آپ نے مجھے بھرپور وقت دیا۔ بہت سی نصائح فرمائیں اور مستقبل کے متعلق رہنمائی فرمائی۔ اس تمام وقت کے دوران آپ کے چہرہ پر نہایت شفقت اور محبت کی جھلک نمایاں تھی۔ اور یہ ایک بہت ہی لطیف اور یادگار ملاقات تھی۔

اِس کے بعد تقریباً دو سال قبل جب مکرم چوہدری محمد علی صاحب سے میری آخری ملاقات ہوئی تو میں نے اپنا تعارف کروایا اور بتایا کہ میں واقفِ نو ہوں۔ مکرم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ **” واقفینِ نو بچوں سے مجھے بہت محبت ہے اور میں آپ سے ضرور کھڑا ہو کر ملتا۔ لیکن صحت اس قابل نہیں ہے۔“**

اس موقع پر میرے ہمراہ میرے بہنوئی مکرم حبیب اللہ خان صاحب مربی سلسلہ بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مکرم چوہدری صاحب کے پہلو میں ایک کرسی موجود تھی۔ اُنہوں نے مجھے فرمایا کہ آپ یہاں میرے پاس آ کر بیٹھیں۔ **اور تمام گفتگو مکرم چوہدری صاحب نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا۔ یہ مکرم چوہدری صاحب کی نہایت محبت و شفقت ہی تھی جو کہ واقفینِ نو کے لئے اُن کے دل میں تھی۔** اور اِس کا اظہار اُن کے نہایت شفیق چہرے اور نصائح سے ہوتا تھا۔ **مکرم چوہدری صاحب کی نصائح سے یہ احساس ہوتا تھا کہ کتنی اہم ذمہ داری اور عظیم مقصد ہے جس کی خلیفۂ وقت اور جماعت کو واقفینِ نو سے توقع ہے۔**

باقی صفحہ 29 پر ملاحظہ فرمائیں

ایک مقدس جاگیر: خانہ کعبہ کی حفاظت اور ابرہہ کے لشکر کی تباہی

راشد مبشر طلحہ۔ یوکے

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ بنا کر ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ جہاں اس میں شریعت کے احکامات اور انبیاءؑ کی تعلیمات کا ذکر ہے وہاں گزشتہ اقوام اور افراد کے واقعات اور حالات کا ذکر بھی موجود ہے۔ ایک قوم جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اصحاب فیل (یعنی ہاتھی والوں) کا ہے۔ اس قوم کے سردار نے بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور اُنہیں اِس حملہ میں ناکام و نامراد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر سورۃ الفیل میں کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ ترجمہ: کیا تُو نہیں جانتا کہ تیرے ربّ نے ہاتھی والوں سے کیا سلوک کیا؟ کیا اُس نے اُن کی تدبیر کو رائیگاں نہیں کر دیا؟ اور اُن پر غول در غول پرندے (نہیں) بھیجے؟ وہ اُن پر کنکر ملی خشک مٹی کے ڈھیلوں سے پتھراؤ کر رہے تھے۔ پس اس نے اُنہیں کھائے ہوئے بُھوسے کی طرح کر دیا[1]۔

یہ واقعہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل پیش آیا اور اس کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اسے رہتی دنیا تک کے لئے ایک نشان بنا دیا۔

بیت اللہ کی حفاظت کا یہ مشہور اور نہایت ایمان افروز واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے کہ یمن کا گورنر تھا جس کا نام ابرہہ تھا (عربی میں پورا نام ابرہۃ الاشرم ہے)۔ اس نے ایک گرجا بنایا اور کہا کہ میں اس کو سارے عرب کے لوگوں کے لئے عزت کی جگہ بناؤں گا۔ مگر وہ گرجا آباد نہ ہو سکا۔ آخر اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ

یہ گرجا آباد کیوں نہیں ہوتا اور عرب میں اس کی شہرت کیوں نہیں پھیلتی؟ اس پر اُس کے لوگوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ عرب میں ایک پرانا مکان ہے جسے بیت اللہ یا خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ سارا عرب اس کی عزت کرتا ہے۔ پس جب تک وہ نہیں ٹوٹے گا لوگوں نے اِس طرف توجہ نہیں کرنی۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ وہ لشکر لے کر خانہ کعبہ کو تباہ کرنے کے لئے چل پڑا۔

یہ لشکر چلتے چلتے طائف کے مقام پر پہنچا۔ وہاں کے لوگوں کی مکہ والوں سے مخالفت تھی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مکہ کے مقابلہ میں طائف کا جو بڑا بُت تھا اُس کو زیادہ عزت دینی چاہئے۔ ابرہہ نے اس اختلاف کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو رشوت وغیرہ دی اور اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ پہلے سے زیادہ بڑا لشکر پھر روانہ ہوا۔ اُس زمانہ کے دستور کے مطابق ایک منزل پر پہنچ کر مکہ والوں کو نوٹس بھیجا کہ ہتھیار پھینک دو ورنہ تم پر حملہ کر دیا جائے گا۔ اُس وقت کی مہذب حکومتوں میں یہی طریق رائج تھا۔ اور اسلام نے بھی اسی طریق کی تعلیم دی ہے۔

بہرحال جب یہ حکم مکہ پہنچا تو لوگ بہت گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا کے مکہ کے پانچ سات سو سپاہی اس دس یا بیس یا پچاس ہزار کے لشکر کا کیسے مقابلہ کر سکیں گے! پھر اس لشکر کے ساتھ ہاتھی، مَنْجَنِيقِيں (منجنیق کی جمع۔ ایک آلہ جس سے بڑے بڑے پتھر پھینکے جاتے تھے۔) اور دوسرا جنگی سامان تھا۔ مکہ والوں نے ابرہہ کی بہت منتیں سماجتیں کیں مگر وہ نہ مانا۔ اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کے خانہ کعبہ کے چڑھاوؤں سے اور اس کی زیارت کرنے کے لئے آنے والوں کے ذریعہ تمہاری آمدن ہوتی ہے، اس لئے تم اپنا کوئی وفد بھیجو تا کہ میں تمہارے لئے کوئی اور جائیداد مقرر کردوں جس پر تمہارا گزارہ ہو جائے۔ مگر میں یہ نہیں مان سکتا کہ اس گھر کو نہ گراؤں۔ چنانچہ مکہ والوں نے ایک وفد تیار کر کے بھیجا اور حضرت عبدالمطلب بطور سردار چنے گئے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔

یہ وہاں پہنچے تو ابرہہ نے اُن کو بلایا اور ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ سیاست، اقتصادی نظام اور قومیت وغیرہ کے متعلق سوالات پوچھے۔ حضرت عبدالمطلب بڑے سمجھدار اور دانا آدمی تھے۔ ان کے جوابات سے بادشاہ بہت متأثر ہوا۔ خوش ہو کر اس نے کہا کہ مجھے توقع نہیں تھی کہ مکہ میں ایسے عقلمند بھی موجود ہیں آپ مجھ سے کوئی انعام مانگیں مَیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے سپاہی میرے دوسو اونٹ پکڑ لائے ہیں وہ مجھے واپس کر دیں۔ ابرہہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور وہ کہنے لگا کہ دوسو اونٹ کی حیثیت ہی کیا ہے! میں تمہارا مذہبی مکان گرانے کے لئے آیا ہوں۔ میں مانتا یا نہ مانتا مگر تمہاری عقل سے مجھے یہ اُمید تھی کہ تم اپنے مقدس مذہبی مقام کو تباہ نہ کرنے کی درخواست کرتے۔ مگر بجائے خانہ کعبہ کی سفارش کرنے کے تم نے اپنے دوسو اونٹوں کو یاد رکھا، میرے دل میں سے تمہاری عزت جاتی رہی۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: بادشاہ تم جو چاہو نتیجہ نکال لو۔ میں تو سمجھتا ہوں اور یہی کہتا ہوں کہ یہ دوسو اونٹ میرے ہیں، مجھے ان کی فکر ہے اور میں ان کی حفاظت چاہتا ہوں۔ اسی طرح اگر یہ اللہ کا گھر ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کو اس کی اتنی فکر نہیں ہوگی جتنی مجھے اپنے اونٹوں کی ہے؟ اس جواب سے ابرہہ بہت متأثر ہوا۔ اس نے اونٹ تو واپس کر دیئے مگر بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک نہ کیا۔

خیر حضرت عبدالمطلب واپس آ گئے اور ساری قوم کو کہہ دیا کہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ اور مکہ کو خالی کر دو۔ لوگوں نے کہا کہ مکہ ہمارا مقدس مقام ہے ہم اس کو کیسے خالی چھوڑ دیں؟ اس پر حضرت عبدالمطلب نے کہا کہ یہ تمہارا مکان نہیں خدا کا مکان ہے۔ تمہیں اس کا درد ہے تو خدا کو اِس کا درد کیوں نہیں ہوگا۔ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ہم میں لڑائی کی طاقت نہیں ہے اب یہ خدا کی ہی طاقت ہے کہ وہ اس حملہ کو روکے۔ چنانچہ مکہ خالی کر دیا گیا اور سب پہاڑ پر چڑھ گئے۔

وہاں ایک دن انتظار کیا، دو دن، تین دن، لیکن جو نوٹس دیا تھا کہ تین دن کے اندر وہ حملہ کرے گا وہ تین دن گزر گئے اور کوئی بھی نہ آیا۔ پھر چوتھا دن گزرا، پانچواں دن گزرا۔ سب لوگ حیران ہو گئے کہ آخر کیا بات ہے۔ آیا اُس نے معاف کر دیا ہے یا کوئی اور بات ہے۔ خبر لینے کے لئے آدمی بھیجے گئے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میدانوں میں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہیں اور کوئی لشکر نظر نہیں آتا۔ پتہ لیا تو طائف والوں نے بتایا کہ اُن میں بے تحاشا چیچک پھیلی۔ خصوصاً اس زمانہ میں تو بیماروں کے علاج ہی کوئی نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کو بھی چیچک ہوئی اور لوگ اس کو یمن کی طرف لے گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے خود خانہ کعبہ کی حفاظت کی[2]۔

حضرت مصلح الموعودؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں: ''یمن کا عیسائی بادشاہ اس ملک پر قابض ہو کے آ گیا لیکن اس جائیداد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خبردار! اگر اس کو چھیڑا تو فوراً سیدھا کر دیں گے اور جب وہ باز نہ آیا تو اُس کو سیدھا کر دیا۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ''یعنی پتہ ہے اُن لوگوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ ان کے بڑے بڑے بُرے ارادے تھے پر مَیں نے ان کے ارادوں کو کچل کر رکھ دیا اور اپنی جاگیر کو محفوظ رکھا کیونکہ ہم نے کہا مَیں خدا اس جاگیر کا دینے والا ہوں کوئی

باقی صفحہ 29 پر ملاحظہ فرمائیں

فرینکفرٹ جرمنی میں واقفین نَو اطفال وخدام کی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس

08/ جون 2014ء بروز اتوار

چھ بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واقفین نو بچوں کی کلاس میں تشریف لائے۔ کلاس کا موضوع "ہستی باری تعالیٰ" رکھا گیا تھا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزم دانیال احمد داؤد نے پیش کی اور اس کا اردو ترجمہ عزیزم طلحہ احمد نے پیش کیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں پر مشتمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث عزیزم فہیم احمد نے پیش کی اور ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ عزیزم علی فراز نے پڑھ کر سنایا۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ صفات کے تراجم میں سے بعض ایسے ہیں جن کی ان بچوں کو سمجھ ہی نہیں آسکتی۔ ان کو جرمن میں بتاتے تو زیادہ سمجھ آتی۔ اردو سکھانی ہے تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے سکھائیں اور جو مشکل باتیں ہیں وہ ان کو ان کی زبان میں سکھائیں۔

بعد ازاں عزیزم محمود ادیب نے **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درج ذیل اقتباس پیش کیا:**

"آؤ! مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ علیم ہے کیونکہ مَیں ایک انسان ہونے کی وجہ سے علم کامل نہیں رکھتا لیکن خدا مجھے کہتا ہے کہ یہ چیزیں ظاہر ہوں گی اور پھر باوجود ہزاروں پردوں کے پیچھے مستور ہونے کے بالآخر وہ چیز اسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح خدا نے کہا تھا۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ قدیر ہے۔ کیونکہ مَیں بوجہ بشر ہونے کے قدرتِ کاملہ نہیں رکھتا لیکن خدا مجھے کہتا ہے کہ مَیں فلاں کام اس اس طرح پر کروں گا۔ اور وہ کام انسانی طاقت سے اس طرح پر نہیں ہوسکتا اور اس کے رستہ میں ہزاروں روکیں حائل ہوتی ہیں مگر پھر بھی وہ اسی طرح ہوجاتا ہے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ سمیع ہے اور اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ کیونکہ مَیں خدا سے ایسے کاموں کے متعلق دُعا مانگتا ہوں جو ظاہر میں بالکل اَنہونے نظر آتے ہیں مگر خدا میری دُعا سے ان کاموں کو پورا کردیتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ نصیر ہے کیونکہ جب اس کے نیک بندے چاروں طرف سے مصائب اور عداوت کی آگ میں گھر جاتے ہیں تو وہ اپنی نصرت سے خود اُن کے لئے مخلصی کا رستہ کھولتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ خالق ہے کیونکہ مَیں بوجہ بشر ہونے کے خلق کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ میرے ذریعہ اپنی خالقیت کے جلوے دکھاتا ہے جیسا کہ اس نے بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی آلہ کے میرے کُرتے پر اپنی روشنائی کے چھینٹے ڈالے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ متکلّم ہے اور اپنے خاص بندوں سے محبت اور شفقت کا کلام کرتا ہے جیسا کہ اُس نے مجھ سے کیا۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ ربّ العالمین ہے اور کوئی چیز اس کی ربوبیّت سے باہر نہیں۔ کیونکہ جب وہ کسی چیز کی ربوبیّت کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ چیز خواہ وہ کوئی ہو قائم نہیں رہ سکتی۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ پھر مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ مالک ہے۔ کیونکہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتی۔ اور وہ جس چیز پر جو تصرّف بھی کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ پس آؤ کہ مَیں تمہیں آسمان پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں زمین پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں ہوا پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں پانیوں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں پہاڑوں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں قوموں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں۔ اور آؤ کہ میں تمہیں حکومتوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں دلوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں۔ پس آؤ اور امتحان کر لو"۔ (بحوالہ "ہمارا خدا" صفحہ 251-253)

بعد ازاں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا منظوم کلام

مجھے دیکھ طالبِ منتظر ، مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
جو خلوصِ دل کی رَمق بھی ہے ، ترے اِدّعائے نیاز میں

عزیزم کاشف اقبال نے ترنم کے ساتھ پیش کیا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کلاس میں شامل بچوں کی تعداد اور عمر کے حوالہ سے دریافت فرمایا جس پر سیکرٹری وقف نو نے عرض کیا کہ جرمنی بھر سے بارہ تا پندرہ سال کی عمر کے تقریباً تین صد واقفین نو بچے اس کلاس میں شامل ہیں۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچوں سے دریافت فرمایا کہ جن کی جامعہ احمدیہ میں جانے کی خواہش ہے وہ ہاتھ کھڑا کریں تو اس پر بڑی تعداد میں بچوں نے اپنے ہاتھ کھڑے کئے اور جامعہ احمدیہ میں جانے کے عزم کا اظہار کیا۔ تو اس پر حضور انور نے فرمایا کہ یہ پوری کلاس چلی جائے گی تو پھر جامعہ والوں کو ایک اور بلاک کھولنا پڑے گا۔ اچھی بات ہے ماشاء اللہ، اپنے اس عزم کو قائم رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ جب سیکنڈری سکول کرلو، جمنازیم کے (Gymnasium) بعد آبی ٹور (Abitur) کرلو تو کہہ دو کہ ہماری نیت بدل گئی ہے۔ اب ہمارا ارادہ ہے کہ ہم فلاں فیلڈ میں چلے جائیں۔ اس لئے وقف کرنا ہے ساروں نے اور پھر جامعہ میں جانا ہے تو وقف کا مطلب ہے کہ پھر تم لوگوں کو جرمنی چھوڑ کر کہیں اَور بھی جانا پڑے تو جانے کے لئے تیار رہو۔

اس پر طلباء نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم ہر جگہ جانے کے لئے تیار ہیں۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ کیا Realschule کرنے کے بعد ہم جامعہ میں داخلہ لے سکتے ہیں کہ نہیں؟ یہ دسویں کلاس کے برابر ہے۔**

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ دسویں کلاس کے بعد اگر تم کوالیفائی (Qualify) کرلو اور جامعہ نے داخلہ کا جو معیار رکھا ہوا ہے تم اس پر پورا اترتے ہو۔ اگر تمہاری اردو ٹھیک ہے۔ تمہیں قرآن شریف پڑھنا آتا ہے، تمہیں عربی آتی ہے، تمہیں نماز آتی ہے، تمہیں ترجمہ آتا ہے اور جامعہ کے ٹیسٹ کوالیفائی کر لیتے ہو تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہاں والوں کو جرمن زبان بھی آنی چاہئے۔ اگر تم آبی ٹور وغیرہ کرلو تو جرمن زبان تمہاری اچھی ہو جاتی ہے اس لئے جامعہ والے آبی ٹور (Abitur) کو پریفر (Prefer) کرتے ہیں۔ لیکن اگر تم پڑھائی میں اچھے ہو تو دوسری زبانیں بھی تو سکھائی جا سکتی ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ جتنے ہاتھ کھڑے ہوئے ہیں یہ سارے مبلغ جرمنی کو دے دیے جائیں۔ دوسرے ملکوں میں بھی جانے ہیں۔ ان کو فرنچ بھی سکھانی ہے اور فلیمش بھی سکھانی ہے اور انگلش بھی سکھانی ہے اور دوسری زبانیں بھی سکھانی ہیں۔ اس لئے اگر کوالیفائی کرلو تو جامعہ میں جا سکتے ہو۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ جب آدمی گھر کے اندر باجماعت نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے پیچھے عورتیں ہوں تو پھر آدمی نے ہی کیوں تکبیر کہنی ہوتی ہے۔ عورت کیوں نہیں کہہ سکتی؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر مرد امام کے پیچھے صرف گھر کی عورتیں ہیں تو وہ تکبیر کہہ سکتی ہیں۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ رمضان کے روزے رکھنے کی عمر کتنی ہوتی ہے یا کب سے روزے رکھنے کی اجازت ہوتی ہے؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ اگر تو صحتمند جسم ہے تمہاری طرح کا تو تم روزے رکھ سکتے ہو۔ جب برداشت کر سکتے ہو تو رکھ لو۔ لیکن یہ جو گرمیوں کے روزے ہیں لمبے ہوتے ہیں ان میں طلباء کو احتیاط کرنی چاہئے۔ ہاں ایک دو روزے رکھ کر عادت ڈال لینی چاہیے۔ اگر برداشت کر سکتے ہو تو تھوڑے تھوڑے روزے رکھ کر عادت ڈال لینی چاہئے اور اگر امتحان وغیرہ ہو رہے ہیں تو ان میں بہرحال ایک بوجھ پڑ رہا ہوتا ہے اس لئے ان دنوں میں پھر نہ رکھو۔ لیکن جب تم جوان ہو گئے، سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ ہو گئے تو پھر تمہارے اوپر فرض بن ہی جاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ کوئی معین عمر تو کہیں نہیں لکھی ہوئی لیکن بہرحال عادت ڈال لینی چاہئے۔ بچپن میں، بالکل چھوٹی عمر میں بچوں کو نہیں کہنا چاہئے کہ روزہ رکھیں۔ بعض مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کم عمر بچوں کو روزہ رکھوا دیتے ہیں۔ لمبے دن ہوتے ہیں۔ بچہ پیاس سے تڑپ رہا ہوتا ہے اس کو کمرے میں بند کر دیتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں کئی واقعات ہوتے ہیں کہ بند کر دیتے ہیں اور شام کو جب دروازہ کھولتے ہیں تو بچہ مرا پڑا ہوتا ہے تو یہ بھی ظلم ہے اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ اس لئے جب تک تمہیں برداشت ہو رکھ لو۔ ایک آدھ روزہ رکھ سکتے ہو۔ جس دن موسم ٹھنڈا ہو اُس دن رکھ لیا کرو۔ آجکل تمہاری عمر کسی بھی روزے کے فرض ہونے کی نہیں ہے۔

☆ **ایک واقف نو بچے نے دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ میرے کان کے چار آپریشن ہو چکے ہیں۔ بائیں کان سے سنتا ہوں۔ جو دایاں کان ہے یہ اب تک صحیح نہیں ہو سکا۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل کرے۔**

☆ **ایک واقف نو بچے نے سوال کیا کہ قرآن مجید میں سورۃ رحمٰن میں جن و انس کا ذکر ہے۔ انس سے مراد انسان اور جنوں سے مراد کیا ہے؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: جنوں سے مراد بہت ساری چیزیں ہو سکتی ہیں۔ کوئی بھی چھپی ہوئی چیز جو ہے اسے جن کہتے ہیں۔ اس لئے حدیث میں بیکٹیریا کے لئے بھی جن کا لفظ استعمال ہوا ہے اور حدیث میں ذکر ہے کہ اگر تمہیں باہر جنگل میں رفع حاجت کے بعد صفائی کرنی پڑے تو اگر کوئی ہڈی مل جائے تو اس کے ساتھ نہ کرو کیونکہ اس میں جراثیم ہوتے ہیں۔ چھپی ہوئی چیزیں ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی بجائے پتھر استعمال کرو۔

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح پہاڑوں میں چھپے ہوئے لوگوں کو بھی جن کہتے ہیں۔ بڑے لوگ جو دنیا میں سامنے نہیں آتے وہ بھی جن ہیں تو اس طرح بعض انسان، جن اس لحاظ سے بھی ہوتے ہیں کہ وہ عام انسانوں سے اپنے آپ کو ذرا اوپر سمجھتے ہیں۔ تو اس طرح مختلف قسم کی کیٹیگریز ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر چھپی ہوئی چیز یا اپنے آپ کو دوسرے سے علیحدہ رکھنے والے جو لوگ ہیں ان

کے لئے جن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ جس دن آپ حضور بنے تھے اس دن آپ کو کیسا محسوس ہو رہا تھا۔ یہ تو بڑی ذمہ داری ہے۔**

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: تم اُس دن کی ویڈیو دیکھ لینا۔ تمہیں پتہ لگ جائے گا۔ کئی جگہ MTA والوں نے تصویریں لی ہوئی ہیں ان کو کہنا کہ تمہیں دکھا دیں۔ تمہیں میری شکل نظر آ جائے گی کہ کیسا لگ رہا تھا۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ خلافت سے پہلے حضور Riding کرتے تھے تو کیا اب بھی حضور کو Riding کے لئے وقت ملتا ہے؟**

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: Riding تو مَیں پہلے بھی باقاعدہ نہیں کرتا تھا۔ ہاں جب مَیں پڑھتا تھا تو اس وقت Riding کیا کرتا تھا۔ لیکن اب تو وقت نہیں ملتا۔ لیکن کبھی کبھی دو چار مہینے بعد اسلام آباد جا کر وہاں Riding کرتے ہوئے دیکھ لیتا ہوں۔ اسلام آباد میں جماعت نے وہاں گھوڑے رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں جامعہ کے لڑکے Riding کرنے جاتے ہیں۔ بچے، اطفال Riding کرتے ہیں تو کبھی کبھی جب موقع ملے تو جا کر دیکھ لیتا ہوں۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا کہ وقف نو کا کیا مطلب ہوتا ہے؟**

اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ وقف نو کا مطلب ہے نیا وقف۔ یعنی جو ایک نئی سکیم بچوں کو وقف کرنے کی نکلی ہے جس میں ماں باپ اپنے بچوں کو ان کی پیدائش سے پہلے وقف کر دیتے ہیں اور جب بچہ بڑا ہو جائے، ہوش میں آ جائے۔ پھر وہ دوبارہ بانڈ (Bond) لکھے کہ میں اپنے آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ ایک وقفِ اولاد ہوتا ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت دو چار چھ سال کا ہو گیا اس وقت ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے بچوں کو وقف کر دیں تو وہ وقف، وقفِ اولاد میں شمار ہوتا ہے اور یہ پہلے سے ایک سکیم جاری ہے۔

☆ **ایک واقف نو نے سوال کیا** کہ ہماری ایک اسلامی نمائش ہوئی تھی اس میں ایک عیسائی دوست نے ہم سے پوچھا تھا کہ سورۃ المائدہ میں خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اپنی قوم کو یہ ہدایت دی تھی کہ آپ کی قوم آپ کی اور آپ کی ماں کی عبادت کریں؟ تو عیسائی بعد میں یہ کہتے ہیں کہ ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کی عبادت کرتے ہی نہیں۔ جب کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ کرتے ہیں تو اس طرح وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن کریم غلط ہے۔ **اس پر حضور انور نے فرمایا:** پہلے تو آیت نکالو اور آیت پڑھو اور ترجمہ پڑھو اور پھر سوال کرو۔ جب سوال قرآن شریف کی ایک آیت کے حوالہ سے کر رہے ہیں تو آیت پڑھ کے سوال کیا کرتے ہیں پھر اس کا ترجمہ کرتے ہیں تا کہ صحیح طرح سمجھ آئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: عبادت کیوں نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھایا ہوا مانتے ہیں کہ نہیں۔ یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تین خدا ہیں۔ تین خدا مانتے ہیں، باپ، بیٹا اور روح القدس۔ جب تین خدا آ گئے تو پھر عبادت تو خدا کی کی جاتی ہے، پوجا جاتا ہے۔ جب مانگتے ہیں تو عیسیٰ کے نام سے مانگتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی بجائے یوں یوں کراس (Cross) لگاتے ہیں۔ تو پھر یہی چیزیں عبادت ہیں اور کیا عبادت ہے؟ ہر چیز جو مانگتے ہیں وہ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ نے ہمیں دے دی۔ اب ان سے کہو کہ اب یہ بات چھوڑو، اپنے نظریات اور باتیں بدلتے رہتے ہو، اب تو ویٹیکن (Vatican) والوں نے بھی یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو عیسیٰ نے آنا تھا وہ کوئی نہیں آنا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اب عیسائیوں میں بھی بہت سارے فرقے ہیں جن کے مختلف نظریات ہیں۔ اور پھر بہت ساری بائبل کی ایسی آیتیں ہیں جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعتراض کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے بعد ان کو بائبل سے نکال دیا گیا۔ تو یہ تو خود ایسی چیزیں ہیں جس سے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کو شک پڑتا رہتا ہے۔ اب جیسا کہ میں بتا رہا ہوں کہ ویٹیکن والوں نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جو کہا تھا کہ میں نے دنیا میں آنا ہے۔ وہ دنیا میں نہیں آنا۔ اس وقت انہوں نے شراب شاید پی ہو گی اور شراب کے نشہ میں یہ بات کہہ دی تھی کہ میں نے آنا ہے۔ یہ لکھا ہوا آجکل انٹرنیٹ پر بھی available ہے۔ تم بے شک پڑھ لو۔ جرمن میں بھی انگلش میں بھی ہر جگہ ویٹیکن والوں کے پادریوں کا یہ بیان ہے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی اور کام سپرد کر دیا ہے جس کو کرنے کے لئے وہ کچھ اور کر رہے ہیں۔ دنیا کی اصلاح تو ہوئی نہیں کسی اور دنیا کی اصلاح کے لئے اب عیسیٰ کو بھیج دیا ہے۔ تو ان کی تو یہ باتیں ہیں۔ قرآن شریف جو کہتا ہے سچ کہتا ہے صحیح کہتا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں جس طرح کہ مَیں نے بتایا کہ بائبل کی بہت ساری ایسی آیتیں ہیں جب ان پر اعتراض کرو تو جو نئی نئی پرنٹ کرتے ہیں ان میں وہ بدلنے لگ جاتے ہیں اور پھر بائبل بھی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی۔ مختلف قسم کے ورژن (version) ہیں۔ تو انہوں نے اللہ کے علاوہ اَور معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان کو شریک ٹھہرایا ہوا ہے۔

(باقی اگلے شمارہ میں)..........................

جماعت احمدیہ یوکے کے نیشنل وقفِ نَو اجتماع کا بابرکت اور کامیاب انعقاد
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اختتامی اجلاس میں بابرکت شمولیت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال نیشنل شعبہ وقفِ نَو یوکے کو مورخہ 26/فروری 2017ء بمقام طاہر ہال، بیت الفتوح مورڈن نیشنل وقفِ نَو اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ **حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اختتامی اجلاس میں رونق افروز ہوئے۔** اختتامی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہؤا۔ عزیزم عبدالمنان نے سورۃ آل عمران کی آیات 33 تا36 کی تلاوت کی۔ عزیزم خالد احمد نے اس کا اردو ترجمہ اور عزیزم رضا محمود نے انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ بعدازاں عزیزم مطرف احمد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے منظوم کلام ''نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے'' میں سے چند اشعار خوش الحانی کے ساتھ پڑھے۔ اس کے بعد عزیزم احسان محمود نے اس کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔

نظم کے بعد مکرم مسرور احمد صاحب سیکرٹری وقفِ نَو یوکے نے انگریزی میں اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی جس میں خصوصاً ذکر کیا کہ پہلی بار اس اجتماع کی تمام تر انتظامیہ واقفینِ نَو پر مشتمل ہے۔ نصابی امتحانات کے علاوہ کیریئر پلاننگ کے حوالہ سے خصوصی اسٹال لگائے گئے۔ نیز متعدد دلچسپ موضوعات پر مشتمل presentations دی گئیں۔ مثلاً: سوشل میڈیا، شادی، ویڈیو گیمز کھیلنے کے نقصانات، جامعہ احمدیہ وغیرہ۔ اس موقع پر مکرم لقمان احمد کشور صاحب انچارج دفتر وقفِ نَو مرکزیہ نے بھی تقریر کی اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات کی روشنی میں 15 سال سے زائد واقفینِ نَو کو تجدید وقف کرنے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد زندگی وقف کرنے اور سپیشل واقفینِ نَو ہوتے ہوئے نمازوں کی پابندی کی طرف توجہ دلائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1406 واقفین نَو نے امسال شرکت کی۔ گزشتہ سال کی نسبت امسال 185 واقفینِ نَو کا اضافہ ہوا ہے۔ واقفین نَو کے علاوہ والدین اور مہمانوں کی حاضری 466 رہی۔ اس طرح امسال کُل حاضری 1872 رہی۔ الحمدللہ۔

اجتماع رپورٹ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اِس خطاب کا اردو مفہوم آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

....

اختتامی اجلاس کی کارروائی درج ذیل لنک پر دیکھی جاسکتی ہے۔ واقفینِ نَو کو چاہئے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی باتوں کو بار بار سنیں اور ذہن نشین کرتے ہوئے انہیں عملی جامہ پہنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

http://www.mta.tv/ijtema-waqf-e-nau/national-waqfeen-e-nau-ijtema-2017

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ بیلجیم کے نیشنل وقفِ نَو اجتماع کا کامیاب انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ **بیلجیم** کو 19/نومبر 2016ء بروز ہفتہ بمقام بیت الاسلام برسلز میں نیشنل وقفِ نَو اجتماع منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ مکرم افضال احمد تو قیر صاحب نیشنل سیکرٹری وقفِ نَو بیلجیم کی مرسلہ تفصیلی رپورٹ کا خلاصہ پیش ہے۔

امسال اجتماع کے تمام انتظامات اور پروگرام کی تشکیل واقفینِ نَو کے ہاتھ میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقفینِ نو نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ اجتماع کا آغاز صبح 10 بجکر 30 منٹ پر تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اردو اور فلیمش زبان میں ترجمہ کے بعد خوش الحانی کے ساتھ نظم پڑھی گئی۔ بعدازاں امیر صاحب **بیلجیم** مکرم ڈاکٹر ادریس احمد صاحب نے تقریر کی۔ آپ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے واقفین نَو کے حوالہ سے خطبہ جمعہ مورخہ 28/اکتوبر 2016ء کا خلاصہ پیش کیا اور واقفینِ نَو کو اِسی خطبہ کی روشنی میں مفید نصائح کیں۔ دعا کے بعد مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ واقفین نَو کو عمر کے لحاظ سے 4 گروپس میں تقسیم کیا گیا اور چاروں گروپس کے الگ الگ مقابلہ جات کروائے گئے۔ نصاب کی تیاری بھی عمر کے لحاظ سے کی گئی تھی۔ مقابلہ جات کا سلسلہ عشاء تک جاری رہا۔ اس کے بعد کُچھ ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔

شام 8 بجے اختتامی تقریب منعقد ہوئی جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم، ترجمہ اور نظم سے ہوا۔ اس کے بعد امیر صاحب **بیلجیم** مکرم ڈاکٹر ادریس احمد صاحب نے مقابلہ جات میں اوّل اور دوم پوزیشن حاصل کرنے والے واقفین نَو میں انعامات تقسیم کئے۔ نیز حوصلہ افزائی کے لئے بھی بعض انعامات تقسیم کئے۔ بعدازاں امیر صاحب نے شاملین اور کارکنان کا شکریہ ادا کیا اور اُن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اجتماع کے باثمر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

20فروری۔ یوم مصلح موعود۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قلم سے

تبرکات

چاند۔ میرا چاند

(تحریر فرمودہ جولائی ۱۹۴۰ء)

سمندر کے کنارے چاند کی سیر نہایت پُرلطف ہوتی ہے۔ اس سفر کراچی میں ایک دن ہم رات کو کلفٹن کی سیر کے لئے گئے میری چھوٹی بیوی صدیقہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، میری تینوں لڑکیاں ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، امۃ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ، امۃ العزیز سلمہا اللہ تعالیٰ، امۃ الودُود مرحومہ اور عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تھے۔ رات کے گیارہ بجے چاند سمندر کی لہروں میں ہلتا ہوُا بہت ہی بھلا معلوم دیتا تھا اور اوپر آسمان پر وہ اور بھی اچھا معلوم دیتا تھا۔ جوں جوں ریت کے ہموار کنارہ پر ہم پھرتے تھے لُطف بڑھتا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آتی تھی۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر ٹہلنے کے بعد ناصرہ بیگم سلمہا اللہ اور صدیقہ بیگم جن دونوں کی طبیعت خراب تھی تھک کر ایک طرف ان چٹائیوں پر بیٹھ گئیں جو ہم ساتھ لے گئے تھے۔ ان کے ساتھ عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ بھی جا کھڑے ہوئے اور پھر عزیزہ امۃ العزیز سلمہا اللہ تعالیٰ بھی وہاں چلی گئی۔ اب صرف مَیں، عزیزہ امۃ الرشید بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ اور عزیزہ امۃ الودُود مرحومہ پانی کے کنارے پر کھڑے رہ گئے۔ میری نظر ایک بار پھر آسمان کی طرف اُٹھی اور میں نے چاند کو دیکھا جو رات کی تاریکی میں عجیب انداز سے اپنی چمک دکھا رہا تھا اس وقت قریباً پچاس سال پہلے کی ایک رات میری آنکھوں میں پھر گئی جب ایک عارف باللہ محبوبِ ربّانی نے چاند کو دیکھ کر ایک سرد آہ کھینچی تھی اور پھر اس کی یاد میں دوسرے دن دنیا کو یہ پیغام سنایا تھا:

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

پہلے تو تھوڑی دیر مَیں یہ شعر پڑھتا رہا پھر مَیں نے چاند کو مخاطب کر کے اسی جمالِ یار والے محبوب کی یاد میں کچھ شعر خود کہے۔ جو یہ ہیں:

یوں اندھیری رات میں اے چاند تو چمکا نہ کر
حشر اک سیمیں بدن کی یاد میں برپا نہ کر
کیا لبِ دریا مری بے تابیاں کافی نہیں
تو جگر کو چاک کر کے اپنے یوں تڑپا نہ کر

اس کے بعد میری توجہ براہِ راست اس محبوبِ حقیقی کی طرف پھر گئی جس کے حسن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر میں اشارہ کیا گیا ہے اور میں نے اسے مخاطب کر کے چند شعر کہے۔ جو یہ ہیں:

دُور رہنا اپنے عاشق سے نہیں دیتا ہے زیب
آسمان پر بیٹھ کر تو یوں مجھے دیکھا نہ کر

بے شک چاند میں سے کسی وقت اللہ تعالیٰ کا حُسن نظر آتا ہے مگر ایک عاشق کے لئے وہ کافی نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کا محبوب چاند میں سے اسے نہ جھانکے بلکہ اس کے دل میں آئے اس کے عرفان کی آنکھوں کے سامنے قریب سے جلوہ دکھائے، اس کے زخمی دل پر مرہم لگائے اور اس کے دُکھ کی دوا خود ہی بن جائے کہ اس دوا کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں مگر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس محبوبِ حقیقی کا عاشق چاند میں بھی اس کا جلوہ نہیں دیکھتا۔ چاند میں ایک پھیکی ٹکیہ سے زیادہ کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس محبوب نے اپنا چہرہ اس سے بھی چھپا رکھا ہے کہ کہیں اس میں سے اس کا عاشق اس کا چہرہ نہ دیکھ لے اور وہ کہتا ہے کہ کاش چاند کے پردہ پر ہی اس کا عکس نظر آ جائے اور میں نے کہا:

عکس تیرا چاند میں گر دیکھ لوں کیا عَیب ہے
اِس طرح تو چاند سے اَے میری جاں پردہ نہ کر

پھر میری نظر سمندر کی لہروں پر پڑی جن میں چاند کا عکس نظر آتا تھا اور میں اس کے قریب ہوُا اور چاند کا عکس اور پَرے ہو گیا۔ مَیں اور بڑھا اور عکس اور دُور ہو گیا اور میرے دل میں ایک درد اُٹھا اور میں نے کہا۔ بالکل اسی طرح کبھی سالک سے سلوک ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے کوشش کرتا ہے مگر بظاہر اس کی کوششیں ناکامی کا منہ دیکھتی ہیں، اس کی عبادتیں، اس کی قربانیاں، اس کا ذکر،

اس کی آہیں کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے استقلال کا امتحان لیتا ہے اور سالک اپنی کوششوں کو بے اثر پاتا ہے۔ کئی تھوڑے دل والے مایوس ہو جاتے ہیں اور کئی ہمت والے کوشش میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی مُراد پوری ہو جاتی ہے مگر یہ دن بڑے ابتلاء کے دن ہوتے ہیں اور سالک کا دل ہر لحظہ مُرجھا یا رہتا ہے اور اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ چونکہ چاند کے عکس کا اس طرح آگے آگے دوڑتے چلے جانے کا بہترین نظارہ کشتی میں بیٹھ کر نظر آتا ہے جو میلوں کا فاصلہ طے کرتی جاتی ہے مگر چاند کا عکس آگے ہی آگے بھاگا چلا جاتا ہے۔ اس لئے مَیں نے کہا:

بیٹھ کر جب عشق کی کشتی میں آؤں تیرے پاس
آگے آگے چاند کی مانند تو بھاگا نہ کر

میں نے اس شعر کا مفہوم دونوں بچیوں کو سمجھانے کے لئے ان سے کہا کہ آؤ ذرا میرے ساتھ سمندر کے پانی میں چلو اور میں انہیں لے کر کوئی پچاس ساٹھ گز سمندر کے پانی میں گیا اور میں نے کہا دیکھو چاند کا عکس کس طرح آگے آگے بھاگا جاتا ہے اسی طرح کبھی کبھی بندہ کی کوششیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بیکار جاتی ہیں اور وہ جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس وقت سوائے اس کے کوئی علاج نہیں ہوتا کہ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے رحم کی درخواست کرے اور اسی کے کرم کو چاہے تا کہ وہ اس ابتلاء کے سلسلہ کو بند کر دے اور اپنی ملاقات کا شرف اسے عطا کرے۔

اس کے بعد میری نظر چاند کی روشنی پر پڑی، کچھ اور لوگ اس وقت کہ رات کے بارہ بجے تھے سیر کے لئے سمندر پر آ گئے، ہوا تیز چل رہی تھی لڑکیوں کے برقعوں کی ٹوپیاں ہَوا اسے اُڑی جا رہی تھیں اور وہ زور سے ان کو پکڑ کر اپنی جگہ پر رکھ رہی تھیں۔ وہ لوگ گو ہم سے دُور تھے مگر مَیں لڑکیوں کو لے کر اور دور ہو گیا اور مجھے خیال آیا کہ چاند کی روشنی جہاں دلکشی کے سامان رکھتی ہے وہاں پردہ بھی اٹھا دیتی ہے اور میرا خیال اس طرف گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کبھی بندہ کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں اور دشمن انہیں دیکھ کر ہنستا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا:

اے شعاعِ نور یوں ظاہر نہ کر میرے عیوب
غیر ہیں چاروں طرف ان میں مجھے رُسوا نہ کر

اس کے بعد میری نظر بندوں کی طرف اُٹھ گئی اور میں نے سوچا کہ محبت جو ایک نہایت پاکیزہ جذبہ ہے اسے کس طرح بعض لوگ ضائع کر دیتے ہیں اور اس کی بے پناہ طاقت کو محبوب حقیقی کی ملاقات کے لئے خرچ کرنے کی جگہ اپنے لئے وبالِ جان بنا لیتے ہیں اور میں نے اپنے دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ہے محبت ایک پاکیزہ امانت اے عزیز
عشق کی عزت ہے واجب عشق سے کھیلا نہ کر

پھر میری نگاہ سمندر کی لہروں کی طرف اُٹھی جو چاند کی روشنی میں پہاڑوں کی طرح اٹھتی ہوئی نظر آتی تھیں اور میری نظر سمندر کے اس پار ان لوگوں کی طرف اٹھی جو فرانس کے میدان میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہر روز اپنی جانیں دے رہے تھے اور میں نے خیال کیا کہ ایک وہ بہادر ہیں جو اپنے ملکوں کی عزت کے لئے یہ قربانیاں کر رہے ہیں، ایک ہندوستانی ہیں جن کو اپنی تن آسانیوں سے ہی فرصت نہیں اور مجھے اپنی مستورات کا خیال آیا کہ وہ کس طرح قوم کا بے کار عضو بن رہی ہیں اور حقیقی کوشش اور سعی سے محروم ہو چکی ہیں۔ کاش کہ ہمارے مردوں اور عورتوں میں بھی جوشِ عمل پیدا ہو اور انہیں یہ احساس ہو کہ آخر وہ بھی تو انسان ہیں جو سمندر کی لہروں پر کودتے پھرتے ہیں اور اپنی قوم کی ترقی کے لئے جانیں دے رہے ہیں، جو میدانوں کو اپنے خون سے رنگ رہے ہیں اور ذرّہ بھی پرواہ نہیں کرتے کہ ہمارے مر جانے سے ہمارے پسماندگان کا کیا حال ہوگا۔ اور میں نے کہا:

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی۔ کچھ پروا نہ کر

جب مَیں نے یہ شعر پڑھا۔ میری لڑکی امۃ الرشید نے کہا ابا جان دیکھیں آپا دودی کو کیا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کیا ہؤا ہے۔ اس نے کہا اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگ گیا ہے۔ میں نے پوچھا دودی تم کو کیا ہؤا ہے۔ اس نے جیسے بچیاں کہا کرتی ہیں کہا کچھ نہیں اور ہم سمندر کے پانی کے پاس سے ہٹ کر باقی ساتھیوں کے پاس آ گئے اور وہاں سے گھر کو واپس چل پڑے۔

امۃ الودود کی وفات کے بعد میں یہی شعر پڑھ رہا تھا کہ صدیقہ بیگم نے مجھے بتایا کہ امۃ الودود نے مجھ سے ذکر کیا کہ شاید چچا ابا نے یہ شعر میرے متعلق کہا تھا تب میں نے مرحومہ کے کانپنے کی وجہ کو سمجھ لیا۔ وہ امتحان دے چکی تھی اور تعلیم کا زمانہ ختم ہونے کے بعد اس کے عمل کا زمانہ شروع ہوتا تھا اس کی نیک فطرت نے اس شعر سے سمجھ لیا کہ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب تم کو عملی زندگی میں قدم رکھنا چاہئے اور ہر طرح کے خطرات برداشت کر کے اسلام کے لئے کچھ کر کے دکھانا چاہئے:

خدا کی قدرت عمل میں کامیابی کا منہ دیکھنا اس کے مقدر میں نہ تھا۔ موت میں زندگی اللہ تعالیٰ نے اسے دے دی وہ قادر ہے جس طرح چاہے اسے زندگی بخش دیتا ہے۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

(انوار العلوم جلد 15 صفحہ 639-643)

☆......☆......☆

ہم یوم مصلح موعودؓ کیوں مناتے ہیں؟

20فروری یعنی یوم مصلح موعود کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''بعض لاعلم احمدی جومختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے؟...... مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لئے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذُریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظامِ جماعت کے لئے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیئے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہئے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/فروری 2009ء)

یوم مسیح موعودؑ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 23مارچ 1889ء کو سلسلہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس دن لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان میں پہلی بیعت لی گئی۔ حضرت مولانا حکیم مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو پہلی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز کُل 40/افراد بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اسی لئے اس دن یعنی 23مارچ کو جماعت احمدیہ میں ''یوم مسیح موعود'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 23مارچ سے قبل یکم دسمبر 1888ء کے اشتہار میں اعلان فرمایا تھا کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ہوا ہے اور 12/جنوری 1889ء کے اشتہار ''تکمیل تبلیغ'' میں آپ نے 10شرائط بیعت شائع کیں۔

☆......☆......☆

ایک مقدس جاگیر: خانہ کعبہ کی حفاظت اور ابرہہ کے لشکر کی تباہی

.........................از صفحہ نمبر 21

انسان اس کو چھین نہیں سکتا۔''[3]

موجودہ دَور میں بھی جب جنگ عظیم کے دوران اٹلی (Italy) نے اس مقدس گھر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ خود انگریز حکومتوں نے اسلامی دنیا کی طرف سے سیاسی مخالفت کے ڈر سے اٹلی (Italy) کو خانہ کعبہ پر حملہ کرنے سے سختی سے روک دیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے مقدس گھر کی حفاظت اور سلامتی کے سامان پیدا کردیئے۔

بیت اللہ کی تقدیس اور عظمت کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ یہ اتنی پرانی جاگیر ہے کہ یونان کے مؤرخ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پہلے لکھتے ہیں کہ تاریخ کا جب سے پتہ لگتا ہے یہ مقام عرب میں مقدس چلا آرہا ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ خاص بات یہ کہ اتنی پرانی جاگیر تو دنیا میں محفوظ چلی آئی جبکہ باقی مقامات اور جائیدادیں یا تو ضبط کر لی گئیں یا تباہ ہو گئیں۔ یہ وہ جائیداد ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی اور جائیداد پیش نہیں کی جاسکتی۔ وہ حکومتیں بدل گئیں جن کے سپرد یہ جائیداد دی گئی تھی، ابراہیمؑ گزر گئے، اسماعیلؑ گزر گئے، وہ جن کو یہ جائیداد دی گئی وہ ختم ہو گئے لیکن یہ بیت اللہ ہزاروں سال سے محفوظ چلی آرہی ہے۔

غرض یہ اس فرمانِ الٰہی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ: ''وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ'' یعنی یہ گھر ہمیشہ ہی دنیا کے لئے دین اور تقویٰ اور طہارت میں راہنمائی کا موجب رہے گا۔ اور'' فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ ''یعنی اس کے ذریعہ نشاناتِ الٰہیہ ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور'' وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ ''یعنی لوگوں کے دلوں میں ہم تحریک کرتے رہیں گے کہ وہ اِس کا ادب کریں اور آکر اس کی زیارت کرتے رہیں۔[4] اللہ تعالیٰ آج بھی اُمّت مسلمہ کو اس بیت اللہ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے فیوض و برکات سے ہمیشہ نوازتا رہے۔

....

[1] سورۃ الفیل۔ اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

[2] سیرت ابن ھشام جلد 1 صفحہ 81 مطبوعہ مصر 1295۔ تقریر حضرت المصلح الموعودؓ (جلسہ سالانہ ربوہ 28 دسمبر 1954)

[3] سورۃ الفیل آیات 3 ,2۔ از سیر روحانی (عالمِ روحانی کے دفاتر۔ صفحہ 43)

[4] سورۃ آل عمران آیات 98 ,97۔ از سیر روحانی (عالمِ روحانی کے دفاتر۔ صفحہ 39)

☆......☆......☆

بقیہ مکرم چوہدری محمد علی صاحب مرحوم کے ساتھ ایک یادگار ملاقات

.........................از صفحہ 19

اللہ تعالیٰ مکرم چوہدری محمد علی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہم واقفینِ نو کو یہ تمام ذمہ داریاں اور عظیم مقصد جو کہ خلیفۂ وقت، جماعت اور دیگر بزرگانِ جماعت کی خواہش ہے، بھرپور اور احسن رنگ میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

....

واقفینِ نَو ہمیشہ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح کو یاد رکھیں جو حضورانور نے وقتاً فوقتاً فرمائی ہیں۔ حضورانور نے فرمایا ہے کہ صرف وقف کا ٹائٹل آپ کو سپیشل نہیں بناتا۔ آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ آپ سپیشل وقفِ نَو ہیں۔ لوگ اسی وجہ سے آپ کی عزت کرتے ہیں کیونکہ آپ نے آئندہ جماعت احمدیہ کی خاطر بہت بڑے کام کرنے ہیں۔ اور اپنی حالت کو پاک کرنے کے بعد دوسروں کو بھی اس راہ کی طرف لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توقعات پر پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بہترین وقفِ نَو بننے کی توفیق دے۔ آمین۔

☆......☆......☆

رسالہ ''اسماعیل'' دنیا بھر کے واقفین نَو کا رسالہ ہے۔

آپ اسے ضرور پڑھیں اور اپنے دوستوں کو بھی اس سے آگاہ کریں۔

http://www.alislam.org/ismael

تازہ ترین معلومات کے لئے ہمارا Twitter Account

@ismaelmagazine

عَرَبِی ۔ اُردو

عَرَبِی

گزشتہ چند شماروں میں ہم نے آپ کو کچھ ابتدائی باتیں بتائی تھیں مثلاً یہ کہ ''فاعل'' کیا ہوتا ہے، ''فعل'' کیا ہوتا ہے وغیرہ۔ آج ہم آپ کو صفت اور موصوف کے بارہ میں کچھ بنیادی باتیں بتائیں گے۔

صفت اور موصوف

صفت کو انگریزی میں adjective کہتے ہیں۔ جس کی صفت بیان کی جارہی ہو اُسے موصوف کہا جاتا ہے۔

اردو میں صفت کا استعمال پہلے اور موصوف کا استعمال بعد میں ہوتا ہے۔ مثلاً: سمجھدار آدمی۔ یہاں صفت ''سمجھدار'' پہلے آئی ہے اور موصوف ''آدمی'' بعد میں آیا ہے۔ عربی میں اس کے برعکس ہے: رَجُلٌ رَشِیْدٌ۔ پہلے موصوف آیا ہے یعنی ''رَجُلٌ'' (آدمی) اور بعد میں صفت یعنی ''رَشِیْدٌ'' (سمجھدار)۔ مزید مثالیں: حَاکِمٌ ظَالِمٌ۔ ظالم حاکم۔ اُمَّۃٌ مُّسْلِمَۃٌ۔ فرمانبردار اُمت۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اگر موصوف مذکر ہے تو صفت بھی مذکر استعمال ہوگی اور اگر موصوف مؤنث ہے تو صفت بھی مؤنث ہوگی۔ مثلاً: اِمْرَاَۃٌ عَفِیْفَۃٌ۔ پاکباز عورت۔ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ۔ معزز رسول۔

یہ لکھنا درست نہیں ہوگا: اِمْرَاَۃٌ عَفِیْفٌ۔ یہ غلط ہے۔ اس میں موصوف مؤنث ہے اور صفت مذکر استعمال ہوئی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ صفت اور موصوف کے آخری اعراب ایک ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً سورۃ ابراہیم آیت 25 میں لکھا ہے: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمۂ طیّبہ کی ایک شجرۂ طیّبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔''

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک جگہ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً لکھا ہے یعنی آخر پر ً آئی ہے۔ اور صفت اور موصوف دونوں پر ً آئی ہے اور پھر اسی آیت میں کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ لکھا ہے یعنی آخر پر ٍ آئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے دونوں مختلف کیوں ہیں یہ ہم آپ کو کسی آئندہ شمارے میں بتائیں گے۔ فی الحال یہ بات یاد رکھیں کہ موصوف اور صفت کے آخر پر ایک ہی اعراب لگائے جاتے ہیں۔

قرآن کریم سے چند مثالیں پیش ہیں:

سورۃ النحل آیت 104: لِسَانٌ عَرَبِیٌّ۔ عربی زبان، سورۃ الانعام آیت 148: رَحْمَۃٍ وَاسِعَۃٍ۔ وسیع رحمت،

سورۃ البقرۃ آیت 212: اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ۔ کھلا نشان۔

☆......☆......☆

عَرَبی۔اُردو

اردو

منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فضائل قرآن مجید

جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ، ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نَظَر میں، فِکْر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہارِ جاوِداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے، نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہر گز
اگر لؤلوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

مشکل الفاظ

الفاظ	معانی
جمال	حُسن و خوبصورتی Excellence, elegance, beauty
حُسنِ قرآں	قرآن مجید کا حسن Excellence and beauty of Quran
نور	روشنی، Light
جان	روح (مراد زندگی) Essence of Life
نظیر	مثال، نمونہ، مانند Peer, resemblance, example
نظر میں جمنا	نگاہ قائم ہونا، نگاہ میں ٹھہرنا، پسند آنا، نظر جمنا، بچنا Appealing to view (even after a thorough research into the matter it is not possible to find its match)
فکر	سوچنا، غور کرنا To think, to ponder
یکتا	بے مثال، اپنی قسم کا ایک، یگانہ Unique, matchless
کلام پاک	پاک کلام Quran, The Holy Book
رحماں	بن مانگے دینے والا۔ اللہ کی ایک صفت The Benificent, an attribute of Allah
بہارِ جاوداں	ہمیشہ رہنے والی بہار Everlasting spring, eternal prime or bloom
پیدا ہے	ظاہر ہے، نمودار ہے Is evident from
عبارت	تحریر، مضمون، آیت Verse, word
خوبی	اچھائی، خوبصورتی Excellence, beauty
چمن	باغ، Flower, garden
بُستاں	بوستان، باغ، گلشن Garden, orchard
یزداں	اللہ تعالیٰ، نیکی اور خیر پیدا کرنے والا Allah, the God of Goodness
ثانی	مثال، نظیر، نمونہ، Equal, match
لؤلوئے عمّاں	عمان کا قیمتی موتی، گوہر The pearl of Oman, a precious pearl
وگر	اور اگر نہیں تو، Or else
لعلِ بدخشاں	سرخ رنگ کا قیمتی پتھر، بدخشاں کا قیمتی سرخ پتھر، Ruby of Badakhshan

☆......☆......☆

واقفین نو متوجہ ہوں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''صرف وقف نو کا ٹائٹل لگا کر سافٹ ویئر انجینئرنگ، کمپیوٹر سائنس میں جانے کی بجائے **پہلی ترجیح جامعہ میں جانے کی ہونی چاہئے**۔ اس کے بعد ڈاکٹرز، انجینئرز یا کسی دوسری فیلڈ میں جانے کا سوچیں۔ دنیاداری کی طرف سوچیں زیادہ لگ گئی ہیں۔'' (الفضل انٹرنیشنل 19 جولائی 2013ء)

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے برائے سال 2017ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 14 اور 15 جولائی 2017ء کو انشاء اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:

(1) تعلیمی معیار: درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60 فی صد سے کم نمبر نہ ہوں۔

(2) عمر: جی سی ایس ای (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر زیادہ سے زیادہ 19 سال ہونی چاہئے۔

(3) میڈیکل رپورٹ: درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہئے۔

(4) تحریری ٹیسٹ وانٹرویو: درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کے لئے صرف اسی کینڈیڈیٹ (Candidate) کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ (Candidate) کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

(5) درخواست دینے کا طریق: درخواست متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی:

(1) درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔ (2) درخواست دہندہ کی صحت کی بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔ (3) جی سی ایس ای/اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدّقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔ (4) پاسپورٹ کی مصدّقہ نقل۔ (5) درخواست دہندہ کی دو عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات:

(1) درخواست میں کینڈیڈیٹ (Candidate) کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔ (2) مصدّقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 جون 2017ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔ (3) جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

Jamia Ahmadiyya UK, Branksome Place, Hindhead Road, Haslemere, GU27 3PN.

Tel:+44(0)1428647170, +44(0)1428647173

Mobile: +44(0)7988461368, Fax: +44(0)1428647188

(4) رابطہ کے لئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ، یوکے)